ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Registered No. CPL-13 (قیمت 10 روپے) جلد نمبر 28 ...... شمارہ نمبر 10...... اکتوبر 2021

پیغام رساں کو نشانہ بنانے اور میڈیا کی زبان بندی کی روش کی سب سے بڑی قیمت حکومت اور عوام کو چکانی پڑتی ہے۔ آئی اے رحمان

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			

6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں

14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں

فہرست

پریس ریلیزیں 03
رحمان صاحب کی یاد میں 04
جبری گمشدگیوں کے خلاف عالمی دن
کے موقع ایچ آر سی پی کی جانب سے ریلیاں 06
جبری گمشدگیوں کی رپورٹس 08
طالبان کے کابل قبضے کے داخلی
اور بین الاقوامی پہلو 09
مالیاتی خدمات میں موجود صنفی فرق
کو کیسے کم کیا جائے؟ 10
یکساں نصاب تعلیم: پاکستان میں لازمی مضامین
میں 'اسلامیات کا درس'، اقلیتوں کو تشویش 11
اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں پر ہونے
والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان 12
پاکستان کے خواجہ سراء اور ان کی تعلیم 14
بی ایم لگیج فیکٹری میں آگ کا افسوسناک واقعہ 15
خواتین کا سفر بذریعہ قانون ساز ادارے 17
پاک افغان بارڈر چمن پر شہریوں
کو درپیش مشکلات 18

حتیٰ کہ ایک جبری گمشدگی بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے

جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) نے جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کی مایوس کن کارکردگی بشمول اس کے چیئرپرسن کی خراب ساکھ اور اِس سنگین جرم میں مجرموں کے محاسبے کے لیے اس میں صلاحیت یا ارادے کے فقدان پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید دکھ ہوا ہے کہ گذشتہ 10 برسوں میں علاقائی لحاظ سے جبری گمشدگیوں کا دائرہ وسیع ہوا ہے اور اب یہ جرم تمام صوبوں اور علاقوں تک پھیل گیا ہے، جبکہ پس منظر کے لحاظ سے متاثرین میں اب نہ صرف سیاسی کارکنان شامل ہیں بلکہ صحافی اور انسانی حقوق کے دفاع کار بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔

اگرچہ حال ہی میں جبری گمشدگیوں کے خلاف تجویز کیا گیا مسودہ قانون کاغذی کارروائی کے اعتبار سے ایک اچھا قانون ہے اور کم از کم صورتحال کی سنگینی کا اعتراف کرتا ہے مگر ایچ آر سی پی کے لیے پریشان کن امر یہ ہے کہ مسودہ قانون میں مجرموں کی شناخت اور محاسبے کے لیے ٹھوس اور قابلِ عمل طریقہ کار موجود نہیں اور متاثرین اور اُن کے ورثاء کے لیے معاوضے کا بندوبست بھی دستیاب نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ، جب تک ذمہ داری صرف افراد پر عائد کرنے کی بجائے قانون کے تحت تمام ریاستی ایجنسیوں کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا جاتا، صرف قانون کے موجودگی سے جبری گمشدگیوں کا سلسلہ نہیں رکنے والا۔ ایچ آر سی پی عدالت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کی ذمہ داری ادا کرے اور جبری گمشدگیوں کے لیے جوابدہی کو یقینی بنانے کے لیے پہلے سے زیادہ پختہ عزم کا مظاہرہ کرے۔

آج ایچ آر سی پی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں، چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ 'حتیٰ کہ ایک جبری گمشدگی بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے' اور مزید کہا کہ وہ خاص طور پر اِس لیے پریشان ہیں کہ افغانستان کا بحران طالبان کے نظام کے خلاف بولنے اور اس نظام کو ریاستِ پاکستان کی پوشیدہ حمایت کی مخالفت کرنے والے ترقی پسند حلقوں میں جبری گمشدگیوں کے واقعات میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔

سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر، ایچ آر سی پی نے اسلام آباد، کراچی، حیدرآباد اور ملتان میں جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 30 اگست 2021]

رحمان صاحب کی یاد میں

فیصل آباد ادبی تہوار (ایف ایل ایف) نے انسانی حقوق کے نامور کارکن، اور ممتاز صحافی آئی اے رحمان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی جدوجہد پر ایک طائرانہ نظر دوڑانے کے لیے ایک خصوصی سیشن کا اہتمام کیا۔ سیشن کی نظامت کی ذمہ داری نامور ڈرامانویس، مصنف اور شاعر اصغر ندیم سید نے جبکہ مقررین میں آئی اے رحمان کے قریبی ساتھی اور انسانی حقوق کے نامور کارکنان حسین نقی اور زمان خان، جبکہ ان کے ساتھ صحافی اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ڈائریکٹر فرح ضیاء شامل تھیں۔

ذیل میں پروگرام کی مختصر روداد بیان کی گئی ہے:

اصغر ندیم سید: آپ کو فیصل آباد ادبی تہوار اور لائل پور ادبی کونسل کی طرف سے خوش آمدید۔ یہ خصوصی نشستیں ان افراد کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے منعقد کی جا رہی ہیں جنہوں نے اس ادبی تہوار کو ممکن بنانے میں ہماری حوصلہ افزائی بھی کی ہے اور اپنے کلیدی خطبوں سے اس کا حصہ بھی بنے رہے۔ پچھلے سال وہ ہم سے بچھڑ گئے۔ ہم آج یہاں ان کے کام کو، ان کی شخصیت کو یاد کریں گے۔ اور جو انمٹ نقوش اردو ادب پر، فنون لطیفہ پر، صحافت پر انہوں نے چھوڑے ہیں اور انسانی اقدار کے حوالے سے ان کی جو خدمات ہیں ہم اس کو یاد کریں گے۔ آج کی یہ پہلی نشست اردو کے نامور انسان دوست، اانسانی حقوق کے علمبردار، جمہوری اقدار کے لیے جدوجہد کرنے والے، وہ صحافی، وہ لکھاری جنہوں نے پاکستان کی تاریخ میں اقلیتوں کے حقوق کے لیے، کمزوروں کے حقوق کے لیے، اور ان طبقوں کے حقوق کے لیے جو آواز نہیں رکھتے تھے، ان کے لیے انتھک جدوجہد کی۔ آئی اے رحمان صاحب کا نام اور مقام انگریزی صحافت میں تو رہے گا ہی، ان کا نام اور مقام فنون لطیفہ کی تاریخ میں بھی کہ وہ بہت بڑے محقق اور دانشور تھے، اور اس کے علاوہ انسانی حقوق کمیشن میں اور اس سے باہر امن کے لیے جو کام انہوں نے کیا، برصغیر میں امن کے لیے انہوں نے جو جدوجہد کی، اس کے لیے دنیا اور یہ دونوں ممالک انہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ آج یہاں ہم آئی اے رحمان کی یاد میں موجود ہیں اور اس وقت میں اپنے پینل کے دوستوں کا مشکور ہوں جو تشریف لائے ہیں۔ میں ان کا تعارف نہیں کرواؤں گا کیوں کہ آپ انہیں ضرور جانتے ہیں۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ حسین نقی صاحب جو آئی اے رحمان کے ساتھ مسلسل اس جدوجہد کا حصہ رہے، صحافی اپنی جگہ پر، مصنف اپنی جگہ پر مگر اس ساری جدوجہد کے کمپیئر ہیں وہ، اور آئی اے رحمان کے دست راست تھے، وہ موجود ہیں یہاں۔

زمان خان صاحب، ان کا بھی ہیومن رائٹس کمیشن میں بہت وقت گزرا اور اس کے علاوہ بھی انہوں نے آئی اے رحمان سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کے ساتھ رہے اور ان کے ورثے کو لے کے چل رہے ہیں۔

ہماری تیسری مہمان محترمہ فرح ضیاء ہیں جو اس ورثے کو اب لے کے چل رہی ہیں۔ ڈائریکٹر ہیں انسانی حقوق کمیشن کی اور اس سے پہلے انہوں نے انگریزی صحافت میں 27 برسوں تک فنون لطیفہ کا شعبہ اور ادب کا شعبہ سنبھالے رکھا۔ ان کی بھی ان اقدار کے فروغ کے لیے بہت خدمات ہیں۔

اب میں نقی صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ انسانی حقوق، فنون لطیفہ، ادب، اور صحافت کے میدان میں رحمان صاحب سفر کی روداد سنائیں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ وہ ہندوستان سے آ کر ملتان میں آباد ہوئے تھے جہاں اب بھی ان کے خاندان کے کچھ لوگ مقیم ہیں، اور پھر صحافت میں اور پھر انسانی حقوق کے شعبے میں خدمات انجام دیتے رہے۔ نقی صاحب اس بارے میں ہمیں کچھ بتائیں۔

حسین نقی: آئی اے رحمان سے ہمارا تعلق 50 کی دہائی سے قائم تھا۔ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پہلے پہل ملتان کی تحصیل شجاع آباد میں آباد ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔ ایک مختصر عرصے تک سرکاری ملازمت کرتے رہے، مگر ظاہر ہے کہ وہ پیشہ ان کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں تھا اور رحمان صاحب زیادہ دیر تک وہ کام کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھے تو انہوں نے چھوڑ دیا، اور لاہور آ کر ایم ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ پھر رحمان صاحب نے لکھنا شروع کر دیا۔ شروع میں وہ جز وقتی مصنف کے طور پر لکھتے تھے۔ انہوں نے فلموں پر تنقیدی مضامین لکھنے شروع کیے۔ پاکستان میں ملک کی، ہندوستان کی اور تیسری دنیا کے کچھ ممالک اور کچھ سوویت یونین کی فلمیں ریلیز ہوتی تھیں تو رحمان صاحب ان کا تجزیہ کرتے تھے۔ پھر کچھ وقت تک امروز کے ساتھ وابستہ رہے۔ رحمان صاحب نے تاریخ اور سیاسیات پر سیر حاصل مقالے پڑھے بھی اور لکھے بھی۔ بہت سے لوگ ان کے لیکچرز سے استفادہ کر کے سول سروس کے امتحانات میں کامیاب ہوئے، بہت سوں سے اپنے تحقیقی کاموں کے لیے رحمان صاحب کے علم سے استفادہ کیا۔ وہ ہر ایک موضوع پر بڑی مفصل اور مستند گفتگو کرنے کی استعداد رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار کوئی صاحب ڈیزائننگ پر گفتگو کر رہے تھے تو رحمان صاحب نے ان سے بہت سے ایسے سوالات کیے اور بڑی بات چیت کی جو وہی فرد کر سکتا تھا جسے ڈیزائننگ کے شعبے میں اچھا خاص علم ہو۔ پاکستان کی سیاست اور تاریخ کے موضوعات پر تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ انہیں عبور حاصل تھا۔ ان کی تقریبا؟ تمام شعبوں اور تنظیموں چاہے ان کا تعلق سیاست سے، ادب سے، صحافت سے، فنون لطیفہ سے یا انسانی حقوق سے ہو، رحمان صاحب نے ان کی تقاریب میں تقاریر کیں، اور وہ سب تقاریر اس لائق ہیں کہ انہیں شائع کیا جائے۔

انہوں نے ملک جعفر اور ان کے بیٹے کے ساتھ مل کر قائداعظم کی تقاریر پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی جو ملک کی سیاسی تاریخ میں پائے کی تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں قائداعظم کی وہ تقریر بھی شامل ہے جو شیر علی خان نے مسخ کرنے کی کوشش کی۔ وہ مکمل تقریر بھی آئی اے رحمان صاحب کی تصنیف میں شامل ہے۔ ایک خاص بات رحمان صاحب

کی یہ تھی کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ بہت زیادہ پڑھتے تھے۔ ایک بار چوہدری اعتزاز احسن بتا رہے تھےکہ انہوں نے رحمان صاحب سے کسی کتاب کا ذکر کیا تو رحمان صاحب نے کہا کہ 'ہاں وہ تو میں نے ابھی ابھی ختم کی ہے'۔ مطلب یہ کہ وہ بہت مطالعہ کرتے تھے اور ہر ایک موضوع کے بارے میں پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ، رحمان صاحب نے پاکستان کی غیر جمہوری طاقتوں کے خلاف عمر بھر جدوجہد کی، جو طاقتیں نہ صرف ملک میں مضبوط ہیں بلکہ انہوں نے ملک کو آدھا کر دیا ہے تاکہ ان کا تسلط قائم رہے بلکہ جاوداں رہے۔

رحمان صاحب انتہائی ملنسار اور عاجز انسان تھے۔ وہ ہر ایک طبقہ، صنف اور عمر کے افراد میں گھل مل جاتے تھے۔ بچوں کے ساتھ تو اس طریقے سے گفتگو کرتے تھے کہ جیسے وہ خود ایک بچہ ہوں۔ تو یہ سب خصوصیات جو ایک بڑے انسان میں ہوتی ہیں، رحمان صاحب ان کے حامل تھے۔

اصغر ندیم سید: یہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں کہ جو بھی موضوع ہو چاہے صحافت ہو، ثقافت ہو، سیاست ہو یا فنون لطیفہ جہاں بھی ہم پھنستے تھے ہم رجوع رحمان صاحب سے کرتے تھے۔ اور فلم کی صنعت پر واحد کتاب ہے جو مشتاق گزدر صاحب نے لکھی تھی اور اس کا دیباچہ رحمان صاحب نے لکھا تھا۔ میں نے کئی دفعہ وہ پڑھا ہے، بہت وسعت ہے اس میں۔ تو گویا ان کی نظر ان ساری چیزوں پر تھی۔

میں اب زمان خان صاحب کی طرف آؤں گا۔ زمان خان صاحب، آپ مجھے بتائیں کہ پاکستان پر مسلسل جو دو تین مارشل لاء رہے اور پاکستان میں صحافت پر اور ادب پر جو قدغنیں رہیں یا یہاں تک کہ انسانی حقوق کے کارکنان اور انسانی حقوق کی تنظیموں پر پابندیاں لگیں، اس ضمن میں آئی اے رحمان کے کردار کے بارے میں بتائیں کہ انہوں نے کس طریقے سے مزاحمت کی۔

زمان خان: میں وہاں سے بات شروع کرنا چاہوں گا جہاں سے نقی صاحب نے ختم کی ہے۔ رحمان صاحب کے پاس اگرچہ قانون کی ڈگری نہیں تھی مگر وہ قانون پہ ایسا لکھتے تھے کہ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے ججز اور وکلاء برادری سب ان تحریروں کی قدر کرتے تھے اور ان پر اثر ہوتا تھا۔ آخر میں جب پی ٹی آئی نے اوپن بیلٹ کی بات کی تو اس پر بھی انہوں نے لکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تحریر کا اثر ہوا تھا اور بالآخر اوپن بیلٹ کا اطلاق نہیں ہوا تھا۔ ان کے ساتھ میں اپنے ذاتی تعلق کے بارے میں بتاؤں گا کہ وہ میرے استاد، میرے دوست، میرے گرو اور میرے ساتھی تھے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور لاہور ہیومن رائٹس کمیشن میں بھی میں ان کے حکم سے گیا تھا اور واپس بھی ان کے حکم سے لائل پور آ گیا۔ میں آپ سے کچھ یادوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ میرے نزدیک رحمان صاحب سب سے پہلے ایک ٹریڈ یونینسٹ اور ترقی پسند کارکن تھے۔ انہوں نے یہاں کے مظلوم طبقات کے لیے بہت جدوجہد کی اور نقی صاحب کو یاد ہو گا کہ انہوں نے صحافیوں کی یونین میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ ایک آدھ بار انتخاب میں لڑا۔ اور ان کے آخری عمر تک خورشید احمد سے بہت ہی ذاتی تعلقات تھے۔ جب بھی بختیار ہال میں مزدوروں کا کوئی کنونشن ہوتا تھا ان کے چہرے پہ رونق آ جاتی تھی۔ اور میں نے ان کی ایک تصویر بنائی جو میں یہاں تو نہیں دکھا سکتا کہ جیسے وہ مزدوروں کے ساتھ مل کر نعرے لگا رہے تھے۔ اس لیے ان کا بہت زیادہ احترام تھا۔ ترقی پسند دانشوروں اور مزدور جدوجہد میں ان کا بہت بڑا نام تھا۔ ان کی بہت بڑی لائبریری تھی۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے انہوں نے بہت سی کتابیں پائلر کو بھیجیں۔ اور پھر ایک ذاتی یاد کہ ہر سال وہ 2 فروری کو مجھے مبارکباد دیتے تھے اس دفعہ انہوں نے مبارکباد نہیں دی، مجھے خیال ہی نہیں آیا کہ کیا گڑبڑ ہو گئی ہے۔ پھر ان کی یادداشت کمال کی تھی۔ پھر وہ واحد شخص تھے کہ لکھتے بھی جاتے تھے اور آپ سے باتیں بھی کرتے جاتے تھے، میں نے یہ خصوصیت ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں دیکھی۔ رحمان صاحب میرے دوست بھی تھے، محسن بھی تھے، جب بھی ملتے مجھے سے میرے خاندان کے بارے میں پوچھتے، اور جب انہوں نے میرے پوتوں کو ایچ آر سی پی کا ممبر بنایا تو انہیں ذاتی خط انہیں لکھا۔

رحمان صاحب اور میں کھٹمنڈو میں پہلی دفعہ ایک ساتھ گئے تھے۔ وہاں شاید ایمنسٹی انٹرنیشنل کی طرف سے ایک تقریب منعقد ہوئی تھی۔ اور وہ پہلی دفعہ تپن بوس سے ملے، میں بھی پہلی دفعہ تپن بوس سے ملا تھا۔ مجھے انہوں نے ان کا انٹرویو کرنے کو کہا۔ میں نے ان کا انٹرویو کیا۔ پھر انٹرنیشنل کانفرنس ختم ہوئی تو سب لوگ بار روم میں چلے گئے۔ پاکستان انڈیا فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی کا دہلی میں کنونشن تھا۔ وہاں مجھے ساتھ لے گئے۔ ان میں چند منٹوں میں آرگنائز کر لیتے تھے۔ وہاں ہم گئے بڑا زبردست کنونشن ہوا اور پھر انہوں نے بڑی کامیابی سے پاکستان انڈیا فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی کی بنیاد رکھی۔ ہم ایک ساتھ سارے ہاری کنونشنوں میں شریک ہوئے۔

آخری کنونشن الہ آباد میں تھا، ہم اکٹھے گئے۔ یقین کریں لاہور سے لے کر الہ آباد اور واپسی پہ انہوں نے ہمیں ایک پیسہ خرچ کرنے نہیں دیا۔

اصغر ندیم سید: اب میں فرح ضیاء کی طرف آنا چاہوں گا کہ انہوں نے تمام صحافتی جدوجہد کا مشاہدہ کیا اور اس پر لکھتی رہیں، اب بھی لکھ رہی ہیں اور اب آپ اس ورثے کا حصہ ہیں جو رحمان صاحب نے آپ کے لیے چھوڑا ہے اور اس کو لے کر چل رہی ہیں۔ آپ نے جو سیکھا، میں چاہوں گا کہ آپ اس پہ روشنی ڈالیں۔

فرح ضیاء: بہت شکریہ اصغر ندیم صاحب۔ مجھے نہیں لگتا کہ میرا مقام ہے کہ میں آئی اے رحمان صاحب پر کوئی حتمی بات کر سکوں۔ آئی اے رحمان، مجھے لگتا ہے کہ ایک ایسا موضوع ہے جسے ابھی تک کھوجا نہیں جا سکا۔ ان کی زندگی میں بھی مجھے لگ رہا تھا کہ ہم تعجب اور بے یقینی کی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ ہم ان کے عہد میں زندہ تھے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہمارے درمیاں ایک مکمل انسانی کس طرح موجود ہے۔ ایک ایسا انسان جو 'مکمل انسان' کی تعریف پر پورا اترتا ہے۔ اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو ایک خسارے کا احساس ہے، تأسف کا احساس ہے، بہت زیادہ۔ مجھے لگتا ہے کہ بنیادی طور پر، جیسا کہ نقی صاحب نے کہا کہ بنیادی طور پر وہ ایک صحافی تھے۔ بہت طویل عرصہ اس پیشے سے منسلک رہے۔ ریاست اور سماج کے مسائل اور مظالم، جمہوریت، آئین کی پاسداری کو دیکھنا ان کا کام تھا۔ اور ہیومن رائٹس کمیشن میں بھی یہی کام ان کے ذمے تھا۔ اور اسی وجہ سے جس طرح کہ زمان صاحب نے کہا کہ ایچ آر سی پی خوش قسمت تھا کہ رحمان صاحب اس کا حصہ بنے۔ ایچ آر سی پی میں آنے سے انہیں سفر کا موقع ملا۔ پورے ملک میں جانے کا، چھوٹے صوبوں میں خاص طور پر جانے کا موقع ملا، اور دنیا کے دیگر ملکوں میں سفر کا۔ جس سے انہوں نے صورتحال کا براہ راست مشاہدہ کیا اور خود براہ راست معلومات اکٹھی کیں۔ اور پھر انہوں نے ایک طرح سے صحافت سے بھی اپنا ناطہ رکھا۔ لکھنے کا کام انہوں نے نہیں چھوڑا۔ اور پھر انسانی حقوق کے عالمی معاہدوں کے متعلق ریاست کے فرائض کا حکومت کو مسلسل یاددہانی کرواتے رہے۔

اب مجھے جب 2019 میں ایچ آر سی پی میں کام کرنے کو کہا گیا تو مجھے مائل کرنے کے لیے ایک بڑی بات یہ کی گئی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ آئی اے رحمان نے بطور ڈائریکٹر کام کیا ہے۔ یہ ایک حوصلہ افزائی بھی تھی اور ایک خوف کا سبب بھی تھا کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ ان کی جگہ کو پر کرنا شاید میرے لیے ممکن نہ ہو۔ اب وہ نہیں ہے تو ان کی ذات کے مختلف پہلوؤں کو کھوجنا ابھی باقی ہے۔ مگر یہ حقیقت تو اپنی جگہ موجود ہے کہ ان کی بہت زیادہ کمی محسوس ہوتی ہے۔ میں جو مکمل انسان کی بات کر رہی ہوں تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ کونسی خوبیاں تھیں کہ رحمان صاحب بطور ایک انسان، بطور ایک صحافی، بطور ایک انسانی حقوق کے کارکن کے، بطور ایک باپ، ایک دوست، ایک شوہر کیسے یہ ممکن تھا کہ وہ یہ سب کچھ کر پاتے۔ ان کا حس مزاح کمال تھا۔ وہ بڑی سے بڑی بات بہت لطیف انداز میں کر دیتے تھے۔ بہت خوش مزاج انسان تھے، دھیمے مزاج کے حامل تھے۔ تاریخ کا علم بہت گہرا تھا۔ بطور صحافی انہیں حقائق کا اچھی طرح علم ہوتا تھا۔ یہ ساری خوبیاں ہیں جن کی بدولت رحمان صاحب کی شکل میں ہمارے درمیان ایک مکمل انسان تھا اور جنہیں حاصل کرنے کی ہم کوشش کر سکتے ہیں تاکہ ہم بھی رحمان صاحب جیسی فضیلت و کمال آ سکے۔

جبری گمشدگیوں کے خلاف عالمی دن کے موقع پر پرامن مظاہرے اور ریلیاں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ترقی پسند سیاسی حلقوں کے تعاون سے 30 اگست کو جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے ساتھ یکجہتی کے عالمی دن کے موقع پر ملک کے مختلف علاقوں میں پرامن احتجاجی مظاہروں اور ریلیوں کا انعقاد کیا۔

اس کے علاوہ کمیشن نے اپنے کئی دفاتر میں آن لائن ویبینارز کا اہتمام کیا جن میں انسانی حقوق کے کارکنان، ترقی پسند سیاسی عناصر، طالبعلموں، وکلاء، اور سماجی کارکنوں نے اس گھمبیر مسئلے کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا اور اس کے تدارک کے لیے انتہائی اہم اور قابل عمل تجاویز پیش کیں۔

ذیل میں ان تقاریب کی مختصر روداد پیش کی گئی ہے

اسلام آباد: ایچ آرسی پی نے اپنے ویبینار میں اس معاملے پر اظہار خیال کرتے ہوئے جبری گمشدگیوں پر مجوزہ مسودہ قانون اور جبری گمشدگیوں پر انکوائری کمیشن کے کردار پر گفتگو کی۔ ایچ آرسی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے کہا کہ 'حتیٰ کہ ایک جبری گمشدگی بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے' اور مزید کہا کہ وہ خاص طور پر اِس لیے پریشان ہیں کہ افغانستان کا بحران طالبان کے نظام کے خلاف بولنے اور اس نظام کو ریاستِ پاکستان کی پوشیدہ حمایت کی مخالفت کرنے والے ترقی پسند حلقوں میں جبری گمشدگیوں کے واقعات میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایچ آرسی پی نے ڈی چوک میں ڈیفینس آف ہیومن رائٹس کے زیر اہتمام احتجاج میں شرکت کی اور جبری گمشدہ افراد اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہمدری کا اظہار کیا اور ان کی جدو جہد کو سراہا۔

پاکستان پیپلز پراٹی پارلیمینٹرین کے سیکرٹری جنرل اور ایچ آرسی پی کی کونسل کے رکن فرحت اللہ بابر نے کہا کہ جبری گمشدگی انسانیت کے خلاف جرم ہے اور پاکستان کو اس بہیمانہ جرم میں ملوث عناصر کے خلاف قانونی کاروائی کرنا ہوگی قبل اس کے کہ عالمی برادری اس معاملے پر ملک کے خلاف کوئی قدم اٹھائے۔

انہوں نے خبردار کیا کہ ایل اے ٹی ایف اور کچھ جنگجوؤں کو دی گئی پناہ کی وجہ سے ملک کے لیے جو مسائل پیدا ہوئے بالکل اسی طرح اگر ضروری اقدامات نہ کیے گئے جبری گمشدگی کے معاملے کی بدولت بھی پاکستان مسائل کا شکار ہوسکتا ہے۔

محترم بابر نے کہا کہ جبری گمشدگیاں انتہائی سنگین جرم ہے اور اس کی وجہ سے لاپتہ فرد کے باقی تمام حقوق بشمول زندگی کا حق، آزادی کا حق، تشدد سے تحفظ کا حق بھی متاثر ہوتے ہیں اور اس کے اہل خانہ کو نفسیاتی، سماجی اور مالیاتی کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عدالتوں،

ایچ آرسی پی نے اپنے ویبینار میں معاملے پر اظہار خیال کرتے ہوئے جبری گمشدگیوں پر مجوزہ مسودہ قانون اور جبری گمشدگیوں پر انکوائری کمیشن کے کردار پر گفتگو کی۔ ایچ آرسی پی کی چیئر پرسن حنا جیلانی نے کہا کہ 'حتیٰ کہ ایک جبری گمشدگی بھی صورتحال کی سنگینی کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے' اور مزید کہا کہ وہ خاص طور پر اِس لیے پریشان ہیں کہ افغانستان کا بحران طالبان کے نظام کے خلاف بولنے اور اس نظام کو ریاستِ پاکستان کی پوشیدہ حمایت کی مخالفت کرنے والے ترقی پسند حلقوں میں جبری گمشدگیوں کے واقعات میں اضافے کا سبب بن سکتا ہے۔

پارلیمان، سیاسی جماعتوں، ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کی جانب سے کیے گئے تمام اقدامات نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جرم میں ملوث لوگ تمام جمہوری اور آئینی اداروں سے زیادہ طاقتور ہیں۔

"جرم کو حاصل استثنیٰ، کسی ایک بھی مجرم کو جوابدہ ٹھہرانے میں ناکامی خوفناک ہے"، انہوں نے کہا۔ ان کا کہنا تھا کہ حال ہی میں جبری گمشدگیوں پر متعارف ہونے والا مسودہ قانون ایک حقیقی کاوش سے زیادہ ایک سیاسی بیان ہے۔

حیدرآباد: 30 اگست کو جبری گمشدگیوں کے خلاف منائے جانے والے عالمی دن پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام ریلی نکالی گئی اور پریس کلب پر مظاہرہ کیا گیا، سول سوسائٹی کے نمائندوں اور سماجی رہنماں سلیم جروار، پشپا کماری، پروفیسر مشتاق میرانی، بوٹا امتیاز مسیح، لالہ عبدالحلیم شیخ اور غفرانہ آرائیں ودیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لاپتہ افراد نے اگر کوئی جرم کیا ہے تو انہیں عدالتوں میں پیش کیا جائے جبکہ کسی بھی شخص کو حراست میں لینے کے 24 گھنٹوں کے دوران مجسٹریٹ کے سامنے لایا جاتا ہے لیکن یہاں کئی سالوں سے لوگوں کو جبری گمشدہ رکھا جاتا ہے اور ان کے لواحقین کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جبری گمشدگیوں کے حوالے سے شہریوں میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے اور جبری گمشدگی کسی بھی شہری کی بنیادی و انسانی حقوق کی تلفی ہے، دنیا کا کوئی بھی قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اس کا قصور بتائے بغیر برسوں تک جبری طور پر قید رکھا جائے۔ مظاہرین نے جبری گمشدگیوں کے عمل کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ قانون کی نظر میں سب شہری برابر کے حقوق رکھتے ہیں اگر کوئی مجرم ہے تو اسے عدالت میں پیش کیا جائے اور انہیں انصاف تک رسائی کا موقع دیا جائے۔

تربت: لاپتہ افراد سے اظہارِ یکجہتی کے عالمی دن پر 30 اگست 2021 کو ایچ آرسی پی ریجنل آفس تربت مکران بلوچستان کے زیر اہتمام دو حصوں پر مشتمل ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس کے پہلے حصے میں اس دن کی مناسبت سے

شرکاء نے ایک سیمینار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور دوسرے حصے میں لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے مظاہرہ کیا گیا،

پروگرام کے پہلے حصہ میں گفتگو کرتے ہوئے ایچ آر سی پی ریجنل آفس تربت مکران کے کوارڈی نیٹر پروفیسر غنی پرواز نے کہا کہ جن ریاستوں میں بنیادی انسانی حقوق سلب ہوں وہاں جمہوری روایات کے تحت حقوق مانگنا جرم بنتا ہے اور اس کی سزا جبری گمشدگی تک پہنچ سکتی ہے۔ یہ عمل قانونی و آئینی اور اخلاقی لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ جبری گمشدگی کا آغاز لاطینی امریکی ملک ارجنٹائن سے 1970 کی دہائی میں جنرل رافیل کے آمرانہ دورے حکومت میں ہوا اس کے بعد جبری گمشدگی کا یہ سلسلہ لاطینی امریکہ کے دوسرے ممالک میں دُہرایا گیا اور پھر چلی میں جنرل فنوشے کے آمرانہ دور حکومت میں لوگوں کو لاپتہ کرنے کا عمل اپنی بدترین شکل میں سامنے آیا اگر چہ لاطینی امریکی ملکوں میں کچھ عرصے تک مخالفین کے خلاف یہ حربہ آزمایا گیا مگر جمہوری سیاسی روایات کی مضبوطی کے بعد اسے ترک کر دیا گیا، جبکہ پاکستان میں جبری گمشدگی کا یہ عمل 2001 میں جنرل پرویز مشرف کے آمرانہ دور حکومت میں بلوچستان سے شروع ہوا جسکا پہلا نشانہ علی اصغر بنگلزئی تھے، بنگال کے بعد بلوچستان سیاسی لحاظ سے با شعور ترین خطہ رہا ہے اس لیے سب سے زیادہ متاثر بھی رہا ہے، بلوچستان میں ہر طبقہ فکر کے لوگوں کو مخالف بیانیہ پر جبری طور پر لاپتہ کر دیا گیا جن میں خواتین اور بچے بوڑھے اور نوجوان بھی شامل رہے ہیں، اس وقت ایک اندازے کے مطابق 50 ہزار سے زیادہ افراد لاپتہ ہیں۔

نیشنل پارٹی کے ضلعی جنرل سیکرٹری فضل کریم نے کہا کہ بلوچستان میں انسانی حقوق کا مسئلہ گھمبیر ہو گیا ہے، یہ آج سے نہیں بلکہ شروع سے ایسا ہو رہا ہے، بلوچستان میں نہ صرف عام لوگ متاثر ہیں بلکہ سردار عطاء اللہ مینگل جو وزیر اعلیٰ رہے ہیں ان کا بیٹا بھی لاپتہ کیا گیا، اب ہمارے لوگ بیرونی ممالک میں بھی محفوظ نہیں ہیں جسکی سب سے بڑی مثال کریمہ بلوچ کی ہے۔ محمد کریم گچکی نے کہا کہ اس دن کو منانے کا بنیادی مقصد آواز اٹھا کر دنیا کو اس دن کے بارے میں متوجہ کرنا ہے، ہمارے ہاں بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والے افراد کو لاپتہ کرنا معمول بن گیا ہے، سیاسی جماعتیں غیر ضروری معاملات میں خود کو الجھا کر سیاسی اور سماجی مسائل سے بیگانہ ہیں۔ سیاسی جماعتوں کو عوام کے بنیادی حقوق اور لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے اتحاد کرنا چاہیے۔ بی ایس او پجار تربت زون کے نائب صدر صدام ناز نے کہا کہ بلوچستان میں جبری گمشدگی کا سلسلہ 2001 سے شروع کیا گیا جبکہ 2006 میں نواب اکبر خان بگٹی کی شہادت کے بعد شدت اختیار کر گیا۔ ابتک ہزاروں لوگ لاپتہ ہیں، لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے ماما قدیر وائس فار مسنگ پرسن کے نام سے تحریک چلا رہے ہیں، بلوچوں پر ان کی زمین تنگ کر کے سیاسی جماعتوں اور طلبہ تنظیموں کو آزادانہ سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید دکھ ہوا ہے کہ گذشتہ 10 برسوں میں علاقائی لحاظ سے جبری گمشدگیوں کا دائرہ وسیع ہوا ہے اور اب یہ جرم تمام صوبوں اور علاقوں تک پھیل گیا ہے، جبکہ پس منظر کے لحاظ سے متاثرین میں اب نہ صرف سیاسی کارکنان شامل ہیں بلکہ صحافی اور انسانی حقوق کے دفاع کار بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔

خوف اور ڈر کا ایک ماحول پیدا کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے لوگ انسانی حقوق کے معاملات پر بات کرنے سے گریز کرتے ہیں، سیاسی جماعتوں اور سماجی تنظیموں کو ڈر اور خوف کے ماحول سے نکل کر آواز بلند کرنی چاہیے۔ بشیر دانش نے کہا کہ جبری گمشدگی کا مسئلہ صرف ایک ملک کا نہیں دنیا کے کئی ممالک ایسے ہیں جہاں پر لوگوں کو بنیادی انسانی حقوق پر آواز اٹھانے کی پاداش میں اغوا کیا جاتا ہے البتہ ہمارے ہاں یہ معاملہ کچھ زیادہ حساس ہو گیا ہے، لاپتہ افراد کا معاملہ بہت حساس ہے، صورتحال اتنی گھمبیر ہے کہ ہر کوئی اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے۔

ڈاکٹر سمی پرواز نے کہا کہ ایک شخص کو لاپتہ کرنا ایک سوسائٹی کو ٹارچر کرنا ہے، بہت سے ایسے لوگ لاپتہ کر دیے گئے جو اپنی فیملی کے سربراہ اور کفیل تھے، ان کی جبری گمشدگی کے بعد پورا سماج شدید معاشی خسارے کا شکار ہیں، بلوچستان میں گمشدگی کا مسئلہ عالمی سطح پر سب سے زیادہ ہے، بلوچستان کو انسانی حقوق کے لیے نوگو ایریا بنایا گیا ہے۔

سماجی کارکن حمل امین نے کہا کہ جبر کے زور پر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔

پروگرام کے آخر میں ایچ آر سی پی کے ریجنل آفس کے سامنے لاپتہ افراد سے اظہار یکجہتی اور ان کی بازیابی کے لیے پرامن مظاہرہ کیا گیا، مظاہرین نے انسانی حقوق اور لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے نعروں پر مبنی پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔

جبری طور پے لاپتہ افراد کے عالمی دن کے موقع پر ضلع کشمور سندھ میں بھی لاپتہ افراد کے متاثرہ خاندانوں کے ساتھ ایچ آر سی پی اور دیگر سول سوسائٹی کے اداروں کے ساتھ مل کر پریس کلب کندھ کوٹ کے سامنے احتجاج کیا گیا۔ احتجاج میں شامل لاپتہ فرد ڈاکٹر فتح محمد کھوسہ کے بچوں کا کہنا تھا کہ گذشتہ کئی سالوں سے ہمارے والد صاحب کو جبری طور پر غائب کر کے ہم سے جدا کیا گیا ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے والد کو جلد ظاہر کر کے عدالت میں پیش کیا جائے تاکہ ان پر اگر کوئی کیس یا جرم ہو تو اسے عدالتی طریقے سے حل کیا۔

پشاور: ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے جبری گمشدہ افراد کے حوالے سے پشاور پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی اور اس سنگین رجحان کی مذمت کی، اس میں ملوث ریاستی عناصر کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا اور اس مسئلے کے تدارک کے لیے ضروری اقدامات پر زور دیا۔

کراچی میں 30 اگست کو شام چار بجے گورا قبرستان سے پریس کلب تک احتجاجی ریلی نکالی گئی جبکہ ایچ آر سی پی کے کارکنان نے ملتان پریس کلب کے سامنے ایک پرامن احتجاجی مظاہرے کا اہتمام کیا۔

ایچ آر سی پی ایک پریس بیان بھی جاری کیا جس میں کمیشن نے کہا کہ جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کی مایوس کن کارکردگی بشمول اس کے چیئرپرسن کی خراب ساکھ اور اس سنگین جرم میں مجرموں کے محاسبے کے لیے اس میں صلاحیت یا ارادے کا فقدان باعث تشویش امر ہے۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید دکھ ہوا ہے کہ گذشتہ 10 برسوں میں علاقائی لحاظ سے جبری گمشدگیوں کا دائرہ وسیع ہوا ہے اور اب یہ جرم تمام صوبوں اور علاقوں تک پھیل گیا ہے، جبکہ پس منظر کے لحاظ سے متاثرین میں اب نہ صرف سیاسی کارکنان شامل ہیں بلکہ صحافی اور انسانی حقوق کے دفاع کار بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔

اگر چہ حال ہی میں جبری گمشدگیوں کے خلاف تجویز کیا گیا مسودہ قانون کاغذی کارروائی کے اعتبار سے ایک اچھا قانون ہے اور کم از کم صورتحال کی سنگینی کا اعتراف کرتا ہے مگر ایچ آر سی پی کے لیے پریشان کن امر یہ ہے کہ مسودہ قانون میں مجرموں کی شناخت اور محاسبے کے لیے ٹھوس اور قابل عمل طریقہ کار موجود نہیں اور متاثرین اور اُن کے ورثاء کے لیے معاوضے کا بندوبست بھی دستیاب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، جب تک ذمہ داری صرف افراد پر عائد کرنے کی بجائے قانون کے تحت تمام ریاستی ایجنسیوں کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا جاتا، صرف قانون کے موجودگی سے جبری گمشدگیوں کا سلسلہ نہیں رکنے والا۔ ایچ آر سی پی عدالت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کی ذمہ داری ادا کرے اور جبری گمشدگیوں میں ملوث عناصر کی جوابدہی کو یقینی بنانے کے لیے پہلے سے زیادہ پختہ عزم کا مظاہرہ کرے۔

شاہینہ شاہین کے قاتلوں کی عدم گرفتاری، ریلی اور مظاہرہ

تربت بلوچستان کے ضلع کیچ کے مرکزی شہر تربت میں اتوار کے روز جسٹس فار شاہینہ شاہین کمیٹی کے زیر اہتمام دو روزہ احتجاجی کیمپ کے اختتام پر ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے شرکاء نے شہر کے مختلف سڑکوں سے مارچ کرتے ہوئے تربت پولیس تھانہ کے سامنے پہنچ کر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین میں مقتول شاہینہ شاہین کے خاندان کی خواتین سمیت ایچ آر سی پی، آل پارٹیز، تربت سول سوسائٹی، کیچ سول سوسائٹی، بی ایس او اور بی ایس او پجار کے نمائندے شریک تھے۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے جن پر مختلف مطالبات درج تھے۔ ریلی کے شرکاء شہید شاہینہ شاہین کے نامزد قاتل کی گرفتاری و پھانسی اور حکومت کی نااہلی کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔ تربت پولیس تھانہ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ سے خطاب کرتے ہوئے ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس مکران کے کوآرڈینیٹر غنی پرواز نے کہا کہ شہید شاہینہ شاہین بلوچ قوم کا اثاثہ تھیں، وہ بلوچ ثقافت کا نمونہ تھیں، وہ ایک آرٹسٹ، قلم کار اور انسانی حقوق کی کارکن تھیں، ان کے شوہر محراب گچکی نے گزشتہ سال 5 ستمبر کو انہیں فائرنگ کرکے قتل کر دیا مگر ایک سال گزرنے کے باوجود قاتل قانون کی گرفت میں نہ آسکا، جس سے حکومت کی نااہلی، ناکامی اور قاتل کی پشت پناہی ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ نامزد قاتل محراب گچکی کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قبل بھی کئی خواتین کو موت کے گھاٹ اتارا جاچکا ہے مگر کسی کے قاتل گرفتار نہیں ہوسکے۔ خواتین کے قتل کے پیچھے اصل محرکات معلوم کرکے حقائق تک پہنچا جائے اور قاتلوں کی گرفتاری تک احتجاجی تحریک کو جاری رکھا جائے۔ شاہینہ شاہین اکیڈمی آف آرٹس کی چیئرپرسن معصومہ شاہین نے کہا کہ وہ اپنی بہن کے نامزد قاتل کی گرفتاری تک چین سے نہیں بیٹھیں گی۔ ہم گزشتہ ایک سال سے مسلسل سراپا احتجاج ہیں ایک سال سے انصاف مانگ رہے ہیں مگر انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پولیس نامزد قاتل کو گرفتار نہیں کرسکی جو لمحہ فکریہ اور حکومت وانتظامیہ کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا ایک ملزم اتنا طاقتور ہے کہ حکومت اسے پکڑ نہیں سکتی؟

(دی بلوچستان پوسٹ)

ایک بھائی کی مسخ شدہ لاش ملی، دوسرا بھائی 8 سال سے لاپتہ ہے: ہمشیرہ خالد

کوئٹہ چھوٹے بھائی شہید مقبول نواب کی مسخ شدہ لاش کو کراچی منگھوپیر سے ملی جبکہ دوسرا بھائی گذشتہ آٹھ سال سے جبری طور پر لاپتہ ہیں۔ ملکی قوانین کے تحت انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار لاپتہ خالد نواب تگاپی کی بہن نے دیگر لواحقین کے ہمراہ کوئٹہ میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر سماجی کارکن خالدہ قاضی ایڈوکیٹ، وی بی ایم پی کے رہنماء ماما قدیر بلوچ، عبدالغفار قمبرانی بھی موجود تھے۔ لاپتہ خالد نواب کی ہمشیرہ نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ 16 فروری 2013 بروز ہفتہ صبح چھ بجے ہمارے گھر واقع خاران شہر پر ایف سی اور آئی ایس آئی نے مقامی ڈیتھ اسکواڈ کے ساتھ، ستر کے قریب گاڑیوں میں دھاوا بول دیا۔ ایک کمرے میں میری بوڑھی ماں اپنی دونوں بیٹوں کے ساتھ سو رہی تھی اور داماد اپنے بچوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں سو رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستانی فوج نے بڑی بے دردی سے میرے دونوں بھائیوں کو زدوکوب کر کے آنکھوں پہ پٹی باندھ کر میرے داماد کے ساتھ گاڑی میں پھینک دیا، کوئی تین گھنٹے بعد میرے داماد کو خاران شہر سے چالیس کلومیٹر دور گروک میدانی میں پھینک دیا گیا اور میرے دونوں بھائیوں کو لاپتہ کر دیا گیا۔ ایکیس دن کے بعد 7 مارچ 2013 کو میرے چھوٹے بھائی شہید مقبول نواب کی مسخ شدہ لاش کو کراچی منگھوپیر میں پنجگور سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے ساتھ پھینک دیا گیا اور میرا دوسرا بھائی خالد نواب تاحال لاپتہ ہے اور حکومتی اداروں کی تحویل میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آٹھ سال کی لمبی مسافت ہم نے کس طرح طے کی یہ صرف ہمارے دل اور ہمارے خاندان کو معلوم ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ میری ضعیف بوڑھی والدہ اپنے لخت جگر کی راہ تکتے تکتے اپنی آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھی ہے۔ ہر دن ہمارے فیملی کے لیے روز قیامت سے کم نہیں ہے ہم حکومت پاکستان سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے بھائیوں پر کوئی الزام تھا تو اس ملک میں عدالتیں ہیں آپ عدالت میں پیش کریں عدالت جو سزا دے ہمیں منظور ہے لیکن اس طرح کسی انسان کو لاپتہ کرنا اور پھر ٹارچر کر کے مسخ شدہ لاش پھینکنا یہ کون سا قانون اور انصاف ہوا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس پریس کانفرنس کے توسط حکومت پاکستان، چیف جسٹس آف پاکستان، آرمی چیف، حکومت بلوچستان اور دیگر اعلیٰ حکام سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ خدارا انسانیت کے ناطے میرے لاپتہ بھائی خالد نواب تگاپی کو بازیاب کر کے میری ضعیف بوڑھی والدہ کی بینائی واپس لوٹا دیں۔

(دی بلوچستان پوسٹ)

گوادر سے ماہی گیر اتحاد کے جنرل سیکریٹری اور کوئٹہ سے طالب علم لاپتہ

کوئٹہ بلوچستان کے ساحلی شہر گوادر سے جمعہ کی شب ماہیگیر اتحاد کے جنرل سیکریٹری جبکہ کوئٹہ سے طالب علم حراست بعد گمشدگی کا شکار ہوگئے ہیں۔ ماہیگیر رہنماؤں کے مطابق یونس انور پدی زرشیڈ میں دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مسلح اہلکار انہیں جبری طور پر گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔ ماہی گروں نے رہنماء کی جبری گمشدگی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ چینی اور غیر قانونی ٹرالرنگ کے خلاف جدوجہد کی پاداش میں یونس کی جبری گمشدگی قبول نہیں کرینگے۔ نورخان کو اس سے قبل 2019 میں حراست میں لے کر لاپتہ کردیا گیا تھا تاہم بعد میں وہ بازیاب ہوگئے تھے۔ بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کا سلسلہ جاری ہے 18 اگست کو نوشکی سے کوئٹہ آتے ہوئے سریاب کے رہائشی نوجوان شفیع اللہ کو مستونگ کانک کے مقام پر فورسز نے گاڑی سے اتار کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ یاد رہے اگست کے مہینے میں بلوچستان کے مختلف اضلاع سے دس سے زیادہ افراد کی جبری گمشدگی کے اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔

(دی بلوچستان پوسٹ)

دو بھائی حراست کے بعد لاپتہ

پنجگور بلوچستان کے ضلع پنجگور سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں کو، اطلاعات کے مطابق، پاکستانی فورسز نے بسیمہ سے حراست میں لے کر لاپتہ کر دیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق دونوں بھائیوں کو فورسز نے اس وقت حراست میں لے کر لاپتہ کر دیا جب وہ کوئٹہ سے پنجگور جا رہے تھے۔ ذرائع نے دی بلوچستان پوسٹ کو بتایا کہ دونوں بھائی گذشتہ دنوں کوئٹہ سے پنجگور جا رہے تھے کہ فورسز نے دونوں کو بسیمہ میں مسافر بس سے اتار کر اپنے ساتھ لے گئے۔ دونوں بھائیوں کی شناخت حمل اور ثناءاللہ ولد لال کے نام سے ہوئی ہے جو پنجگور کے علاقے چتکان غریب آباد کے رہائشی ہیں۔ خیال رہے کہ حالیہ کچھ دنوں کے دورانیے میں پنجگور سمیت بلوچستان کے مختلف علاقوں میں جبری گمشدگیوں کے واقعات میں کافی تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ رواں ماہ فورسز نے صرف پنجگور سے نصف درجن سے زیادہ افراد کو حراست میں لینے کے بعد لاپتہ کر دیا ہے۔

(دی ہیرلڈ بلوچستان)

طالبان کے کابل قبضے کے، داخلی اور بین الاقوامی پہلو

افسر اسیاب خٹک

15 اگست 2021 کو افغانستان کے دارالحکومت کابل میں داخل ہونے کے بعد سے طالبان اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کر رہے ہیں اور عملی طور پر ان کی امارت اسلامیہ تمام اہم فیصلے کر رہی ہے۔ افغان فوج اور ریاست کی انتظامی برانچ کے خاتمے نے طالبان کے مکمل کنٹرول کی بنیاد ہموار کر دی ہے۔ تاہم انہیں کچھ سنگین مسائل کا سامنا ہے۔

پہلی بات یہ کہ افغان متوسط طبقات اور شہری آبادی کی اشرافیہ کا بڑے پیمانے پر خروج، امریکہ اور دیگر ممالک کی طرف سے اپنے فوجیوں اور سفارت کاروں کو اپنے ملکوں میں واپس لانے کے لیے بیک وقت بڑے پیمانے پر انخلا کے عمل نے کابل بین الاقوامی ہوائی اڈے کو جام کر رکھا ہے۔ دس دن کے بعد بھی ناقابل تصور پیمانے پر بدانتظامی اور اس بے مثال خروج کی بین الاقوامی خبروں کی ترسیل افغان دانشوروں، پیشہ ور افراد اور تاجروں کی طالبان حکومت سے نفرت کو ظاہر کرتی ہے۔

دوسرا نکتہ یہ کہ زیادہ تر معاملات میں سرکاری ملازم طالبان کے اپنے پیشہ ورانہ فرائض پر واپس آنے اور اپنا کام دوبارہ شروع کرنے کے مطالبے کا جواب نہیں دے رہے ہیں۔ بینک دو ہفتے بعد بھی بند رہے جس کی وجہ سے شہری آبادی کے لیے مایوس کن صورتحال پیدا ہوگئی ہے۔ محدود تعداد میں جہاں سرکاری ملازم واپس آتے ہیں، طالبان اہل کار خواتین ملازمین کو ان کے گھروں کو واپس بھیج دیتے ہیں۔

پاکستانی کی ہیئت مقتدرہ طالبان کو آمادہ کر رہی ہے کہ وہ اپنی اسلامی امارت کو افغانستان کے 1964 کے آئین کے قریب لائیں تاکہ اسے عالمی برادری کے لیے قابل قبول بنایا جا سکے۔

تیسری بات یہ کہ طالبان حکومتی محکموں کو سنبھالنے کے بجائے اہم مسائل سے نمٹنے کے لیے اپنے کمیشن کو بااختیار بنانے کا سہارا لے رہے ہیں۔ یہ 1990 کی ان کی مطلق العنان حکمرانی کی واضح یاد دہانی ہے جب مسلح ملیشیا اور ریاستی نظام کے درمیان فرق خطرناک طور پر دھندلا گیا تھا۔

چہارم یہ کہ پاکستان میں اپنی پناہ گاہوں سے باہر کام کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران طالبان کا داخلی بندوبست زیادہ تر خفیہ رہا۔ لیکن گزشتہ دس دنوں کے دوران کابل میں ان کی سیاسی اور عسکری سرگرمیوں نے ان کے تنظیمی خدوخال کو عوام کے سامنے آشکار کر دیا ہے۔ تنظیمی یک جہتی تو ایک طرف، طالبان کی مختلف گروہی وابستگیاں نے نواب ہو رہی ہین۔ مثال کے طور پر کوئٹہ شوریٰ (کونسل) پر قندھار، ہلمند، اروزگان، فرح اور افغانستان کے دیگر جنوب مغربی صوبوں کے علماء اور فوجی کمانڈروں کا غلبہ ہے۔ طالبان کے بانی ملا عمر اور ان کے موجودہ رہنما ہیبت اللہ اخوندزادہ کی طرح وہ بھی طالبان کی جڑوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

پھر حقانی نیٹ ورک ہے جو شہری مراکز میں اپنے محیر العقول دہشت گرد حملوں کے لیے بدنام ہے۔ یہ گروہ پاکستانی سیکورٹی اپریٹس کا قریبی اتحادی ہے۔ ستمبر 2011 میں امریکی اعلیٰ فوجی افسر ایڈمرل مائیک مولن نے حقانی نیٹ ورک کو پاکستانی آئی ایس آئی کا ''دست و بازو'' قرار دیا تھا۔ حقانی نیٹ ورک نے کابل پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کا ایک خلیفہ خلیل الرحمان حقانی (ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس کے سر پر اب بھی پانچ لاکھ امریکی انعام کا اعلان موجود ہے) اعلیٰ سطح پر سیاسی اور عسکری سرگرمیوں میں ملوث ہے جس میں امریکی فوج کے ساتھ ہم آہنگی بھی شامل ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس صورتحال سے کوئٹہ شوریٰ کے رہنماؤں کے دلوں اور ذہنوں میں اضطراب پیدا ہوتا ہے جو خود کو طالبان کا ہراول دستہ سمجھتے ہیں۔

پچھلی دو دہائیوں کے دوران روایتی افغان قوم پرستی کو جدید قسم کی قوم پرستی، تیزی سے شہری آبادی میں اضافہ، نئے قومی دانشوروں کے عروج، الیکٹرانک میڈیا کی ترقی (خاص طور پر سوشل میڈیا) اور سڑک اور مواصلاتی انفراسٹرکچر کے ذریعے ملک کے مختلف حصوں میں قریبی رابطوں کو تقویت ملی ہے۔ افغان آبادی میں نوجوانوں کی اکثریت مذکورہ قوم پرستی کا سب سے بڑا سماجی دستہ ہے۔

ترنگا افغان قومی پرچم نئی ڈھلمل قوم پرستی کی سب سے طاقتور علامت ہے۔ افغان نوجوان، قومی پرچم لہراتے ہوئے، اپنی قومی کرکٹ ٹیم کے لیے بین الاقوامی ٹورنامنٹس کے دوران نئے افغانستان کا چہرہ بن گئے ہیں۔ دوسری طرف پاکستانی دینی مدارس میں برین واش کیے گئے طالبان مذہبی انتہا پسندی کی نمائندگی کرتے ہیں، اور وہ اس رجحان کے مخالف نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جو انہیں پاکستانی سیکورٹی ریاست اور اس کے پیروکاروں میں مقبول بناتی ہے جو ڈیورنڈ لائن کے پاکستانی جانب رہنے والے پانچ کروڑ پشتونوں میں قوم پرستی کے عروج سے خوفزدہ ہیں۔

اپنے حالیہ فوجی حملے کے دوران طالبان نے قومی پرچم کو مختلف سرکاری عمارتوں سے ہٹا کر اسے طالبان کے سفید جھنڈے سے تبدیل کر دیا۔ اس سے افغان عوام خاص طور پر ملک کے نوجوانوں میں شدید ناراضی پیدا ہوئی۔ 19 اگست کو افغانستان کے یوم آزادی پر کنڑ، جلال آباد، خوست، قندھار اور کابل میں مردوں اور عورتوں سمیت بڑے پیمانے پر ہجوم قومی پرچم لہراتے ہوئے برامد ہوئے اور طالبان اور پاکستان کے خلاف نعرے لگائے۔

بندوق بردار طالبان نے پرامن مظاہرین کے خلاف وحشیانہ تشدد کا سہارا لیا جس کی وجہ سے بعض مقامات پر جانی نقصان ہوا۔ افغانستان کے بیشتر علاقوں پر قبضے کے چار دن بعد طالبان کے خلاف یہ پہلا عوامی احتجاج تھا۔ پشتون پٹی میں بدامنی کے اس آتش فشاں میں تعلیم یافتہ نوجوان خواتین بھی شامل تھیں جو احتجاج کو زیادہ اہم بنا دیتی ہیں۔

تاجک نسل کے افغان رہنماؤں کا ایک وفد دو ہفتے سے اسلام آباد میں رکا ہوا ہے جہاں طالبان کے پاکستانی سرپرست امارت اسلامیہ کو بین الاقوامی برادری کے لیے خوشگوار بنانے کے لیے طالبان کی چھتری تلے ایک ''وسیع البنیاد حکومت'' بنانے کے لیے سخت محنت کر رہے ہیں۔ سابق صدر حامد کرزئی اور سابق چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ طالبان سے غیر طالبان افغانوں کے لیے رعایات کے امکانات کی تلاش میں کابل میں مذاکرات کر رہے ہیں۔

تاہم بظاہر یہ امکانات زیادہ روشن نظر نہیں آتے۔ اسلام آباد کے ذرائع کا کہنا ہے کہ پاکستانی ہیئت مقتدرہ طالبان کو آمادہ کر رہی ہے کہ وہ اپنی اسلامی امارت کو افغانستان کے 1964 کے آئین سے ہم آہنگ کر لیں تاکہ اسے بین الاقوامی برادری کے لیے قابل قبول بنایا جا سکے۔ 1964 کا آئین سابق بادشاہ ظاہر شاہ نے اپنی مطلق العنان بادشاہت کو آئینی بادشاہت میں تبدیل کرنے کے لیے نافذ کیا تھا۔ مجوزہ نئے انتظام میں طالبان کے اعلیٰ رہنما بادشاہ کی جگہ لیں گے۔ ایک فعال ریاستی نظام کی طرف جانے والے راستے پر شدید پیچیدگیوں کی وجہ سے اس محاذ پر ہموار پیش رفت کی پیش بینی مشکل ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ چھ ممالک طالبان حکومت کو رسمی طور پر تسلیم کیے بغیر ان کے ساتھ قریبی رابطے میں ہیں۔ یہ ممالک پاکستان، امریکہ، برطانیہ، روس، چین اور ایران ہیں۔ ان ریاستوں کے متنوع بلکہ متضاد مفادات ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کے لیے طالبان نئی سرد جنگ میں ان کے اتحادی ہیں تاکہ سنکیانگ اور وسطی ایشیا کی مسلم آبادی کو چینی روڈ اور بیلٹ انیشی ایٹو (بی آر آئی) کو روکنے اور مشرق میں روس کے لیے مشکلات پیدا کرنے کے لیے ان کی مدد کریں۔

دوسری طرف روس اور ایران سمجھتے ہیں کہ وہ وسطی ایشیا میں امریکہ اور برطانیہ کو اسی طرح مات دے سکتے ہیں جس طرح انہوں نے مشرق وسطیٰ میں اپنے اسٹریٹجک اہداف حاصل کیے ہیں۔ یہ صورت حال اسرائیل اور سعودی عرب دونوں کے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ چینی پاکستان پر انحصار کر رہے ہیں کہ وہ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) میں شمولیت کے لیے طالبان کو قائل کریں اور اپنے ملک کو بنیادی ڈھانچے کی تعمیر اور اس کی بڑی معدنی دولت سے مستفید ہونے میں چینی سرمایہ کاری کی مدد کریں۔

افغانستان پر اس شدید اور پیچیدہ بین الاقوامی مقابلے کے نتائج کی پیش گوئی کرنا آسان نہیں ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان افغانوں کی حالت زار پر بہت زیادہ توجہ نہیں دی جا رہی جو گزشتہ چار دہائیوں سے مسلسل جنگوں کا سامنا کر رہے ہیں اور ایک بار پھر ریاستی تحفظ کے بغیر سفاک مسلح گروہوں کے رحم و کرم پر ہیں۔

https://www.humsub.co
m.pk/414724/afrasiab-khattak-6/
(بشکریہ ہم سب)

مالیاتی خدمات میں موجود صنفی فرق کو کیسے کم کیا جائے؟

مطاہر خان

فنون اور صحافت کے شعبوں میں بھی ایک طویل عرصے سے یہ بحث جاری ہے کہ آیا صارفین کو آگہی دی جائے یا پھر وہ جو چیز پسند کرتے ہیں انہیں وہی چیز فراہم کی جائے اور ان کے رجحانات کو مزید مضبوط کردیا جائے۔

آپ سوچیے کہ کس طرح مصالحہ فلموں (یا پاکستانی ڈراموں) کے ہدایت کار اپنے لگے بندھے طرزِ عمل کا جواز پیش کرتے ہیں۔ وہ اکثر یہ دلیل دیتے ہیں کہ عوام میں اسی چیز کی طلب ہے۔ نتیجتاً سب ایک ہی طرح کا مواد پیش کرتے ہیں اور یوں وقت کے ساتھ ساتھ دیکھنے والوں کا ذوق مزید گرجاتا ہے۔ بڑی ٹیکنالوجی کمپنیوں اور ایلگورتھمز کے ساتھ ان کے جنون کی وجہ سے یہ مسئلہ مزید واضح ہوگیا اور معاشرے میں تقسیم کی وجہ بنا۔

کچھ ایسا ہی پاکستان میں مالیاتی خدمات کے ساتھ بھی ہورہا ہے۔ ذرا سوچیے کہ یہاں اکثر لوگوں کے پاس بس ایک کرنٹ یا بچت اکاؤنٹ ہی ہے اور یہ بالکل بنیادی چیز ہے۔ یہاں قرض لینا تو چھوڑیے کریڈٹ کارڈ کا حصول بھی ایک مشکل کام ہے۔ اس کے باوجود کچھ سالوں بعد اسٹیٹ بینک میدان میں آتا ہے اور پہلے سے موجود سادہ اکاؤنٹس کی مزید سادہ صورت متعارف کروادیتا ہے۔ تاہم اس کی نیت اچھی ہوتی ہے اور اسٹیٹ بینک کا مقصد مالیاتی اداروں کو درست سمت میں چلانا ہوتا ہے۔ لیکن یہ کوشش بینکنگ کے معیار کو مزید نیچے لے جاتی ہے جو چند یادداشتوں اور ستائشی پیغامات پر معاملات نمٹادیتے ہیں۔

کچھ عرصے تک (اور شاید کسی حد تب اب بھی) اسٹیٹ بینک نے خواتین کو مالیاتی شمولیت کے جال میں لانے کے لیے آسان اکاؤنٹس متعارف کروانے کے منصوبے پر عمل کیا۔ تاہم یہ منصوبہ خاطر خواہ نتائج نہیں دے سکا اور اب اسٹیٹ بینک کی جانب سے ایک سے زیادہ جامع پالیسی اپنائی گئی ہے۔ گزشتہ جمعے کو اسٹیٹ بینک نے Equality Policy: To Reduce Gender Gap in Financial Inclusion جاری کی ہے۔

اس کا آغاز مسئلے کی سنگینی بیان کرنے سے ہوا ہے۔ فنڈیکس (Findex) کے مطابق 2014ء میں پاکستان میں جو صنفی فرق 12 فیصد تھا وہ 2017ء میں بڑھ کر 28 فیصد ہوگیا۔ یوں ہم جنوبی ایشیا میں سب سے بُری کارکردگی دکھانے والے ممالک میں سے ایک بن گئے ہیں۔ گزشتہ 3 سالوں میں ملک میں 55 لاکھ نئے اکاؤنٹ کھلے ہیں تاہم جون 2020ء تک ملک میں خواتین کے کل اکاؤنٹس کی تعداد صرف ایک کروڑ 86 لاکھ تھی جو بالغ خواتین کی آبادی کا تقریباً 18 فیصد بنتا ہے۔

36 صفحات پر مشتمل اس دستاویز میں مالیاتی خدمات میں خواتین کی شمولیت بڑھانے کے لیے 5 پہلوؤں پر توجہ دینے کی بات کی گئی ہے۔

جون 2020ء تک پاکستان میں خواتین کے بینک اکاؤنٹس صرف 1 کروڑ 86 لاکھ تھے

ان میں سے پہلی چیز مالیاتی اداروں میں صنفی تنوع ہے۔ اس کے مطابق مالیاتی اداروں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ 2024ء تک اپنے اداروں میں خواتین کی نمائندگی 20 فیصد کرنے کے لیے 6 ماہ کے اندر منصوبے تیار کریں۔ اس کے علاوہ وہ ایک سب کمیٹی اور فوکل پرسن کو بھی نامزد کریں جو جائزے کے لیے سہ ماہی بنیادوں پر اسٹیٹ بینک سے ملاقات کرے۔

اس چیز کا اطلاق برانچ لیس بینکنگ پر بھی ہوگا جس میں اس وقت خواتین کی نمائندگی صرف ایک فیصد ہے۔ اسٹیٹ بینک کے منصوبے میں اسے دسمبر 2022ء تک 4 فیصد اور 2024ء کے اختتام تک 10 فیصد پر لانا شامل ہے۔

دوسرا پہلو ایسے اہداف اور خدمات ہیں جن میں خواتین کو مرکزیت حاصل ہو۔ اس میں قرضوں اور بچت کے حوالے سے خصوصی اہداف کی تیاری اور ان خدمات کو صنفی پہلو سے دیکھنے کی بات کی گئی ہے۔

منصوبے کا ایک حصہ خواتین پر مبنی مارکیٹنگ ٹیم تشکیل دینا بھی ہے جو مالیاتی آگہی کے فروغ کے لیے کام کرے اور جس میں انفلوئنسرز اور مذہبی اسکالرز کو بھی شامل کیا جاسکے۔

دستاویز میں احساس پروگرام جیسے دیگر اداروں کے ساتھ شراکت کی بھی بات کی گئی ہے جس میں پروگرام سے فائدہ اٹھانے والوں کو نقد رقم کی فراہمی کے بجائے مزید بہتر ذرائع کی جانب لایا جائے۔ آخر میں اس دستاویز میں قرض کی فراہمی اور اس کے لیے ہونے والے دستاویزی عمل کو آسان بنانے کی بات کی گئی ہے۔

اس دستاویز میں اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ خواتین بینک کی برانچوں میں جانے سے کتراتی ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے تمام کسٹمر ٹچ پوائنٹس پر ویمن چیمپیئنز کی موجودگی کی تجویز دی گئی ہے۔

یہ ویمن چیمپیئنز مالیاتی خدمات کی معلومات، غیر مالیاتی مشاورت اور شکایات کے حل کے لیے کام کریں گے۔ فی الحال بینک اپنے موجودہ مرد، خواتین اور مخنث اسٹاف کو صنفی حساسیت کے حوالے سے تربیت دے سکتے ہیں لیکن اگلے 3 سال میں کم از کم 75 فیصد خواتین چیمپیئنز کا ہونا ضروری ہوگا اور اس مقصد کے حصول کے لیے وقت بھی مقرر کیا جائے گا۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ اب شاید اسٹیٹ بینک کو بھی اس چیز کا احساس ہوگیا ہے کہ صرف باتیں کرنے اور مالیاتی خدمات میں برابری پر سیمینارز کروانے سے مارکیٹنگ کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے بالآخر مالیاتی اداروں کو کہا گیا ہے کہ وہ سہ ماہی بنیادوں پر صنفی تفریق پر اعداد و شمار جمع کریں اور اسے اسٹیٹ بینک میں جمع کروائیں تاکہ وہ بینک اکاؤنٹس، قرضوں کی طلب، ادائیگیوں، زرعی ادائیگیوں، اسلامک فنانس وغیرہ میں خواتین کی شراکت کے حوالے سے مستعد رہیں۔

یہ ایک اچھا آغاز ضرور ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کوئی بھی، یہاں تک کہ بینکنگ لائسنس رکھنے والی ٹیکنالوجی کمپنیاں بھی اس پر عمل درآمد ممکن نہیں بناسکتیں۔ اور اس کام کے لیے ایک جامع پالیسی کی ضرورت ہے۔

اسٹیٹ بینک کا منصوبہ ہے کہ کم از کم صنفی معیارات متعارف کروائے جائیں۔ ان معیارات کے حصول پر مالیاتی ادارے کو پاکستان بینکرز ایسوسی ایشن کی جانب سے 'ویمن فرینڈلی' ہونے کا سرٹیفکیٹ ملے گا۔ کچھ اور نہ صحیح تو کم از کم خود کو یہ دیکھنے کے لیے تیار کرلیجیے کہ کس طرح بینک یہ کم از کم معیار حاصل کرکے اخبارات کے اشتہار اور سوشل میڈیا پوسٹوں سے خود کو شاباشی دیتے ہیں۔

ان پہلوؤں میں سے آخری پہلو صنف اور مالیات کے حوالے سے ایک پالیسی فورم کی تشکیل ہے۔ یہ فورم سال میں کم از کم 2 مرتبہ ملاقات کرے گا جس کا مقصد موجودہ فریم ورک کا جائزہ لینا اور اس میں بہتری کے لیے تجاویز دینا ہوگا۔

اسی دوران یہ امید بھی رکھی جارہی ہے کہ سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن بھی غیر مالیاتی شعبے کے لیے ایک روڈ میپ متعارف کروائے گا۔ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک اپنے لیے بھی یہی معیار لاگو کرنے کا منصوبہ رکھتا ہے۔ اس دستاویز میں ادارے کے اندر خواتین کی خدمات حاصل کرنے، انہیں برقرار رکھنے اور انہیں ترقی دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ پاکستان میں موجود کسی سروس گیپ کے حوالے سے یہ کوئی پہلی پالیسی نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مک کینسی (McKinsey) اور دیگر ترقیاتی ادارے ہر سال ایک کے بعد دوسرے مسئلے پر جامع دستاویزات جاری کرتے رہتے ہیں لیکن زمینی حالات میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں آتی۔ ہم امید ہی کرسکتے ہیں کہ اس پالیسی کا انجام بھی اسی طرح نہ ہو۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

یکساں نصاب تعلیم: پاکستان میں لازمی مضامین میں 'اسلامیات کا درس'، اقلیتوں کو تشویش

بینظیر شاہ

پاکستان میں سکولوں کے لیے تیار کیے جانے والے نئے نصاب میں سے 'حکومت کو ایک لازمی مضمون سے دینی مواد نکالنے کی ضرورت ہے ورنہ غیر مسلم بچوں کے لیے پڑھنا بے حد مشکل ہو جائے گا۔'

یہ رائے لاہور میں مقیم ماہر تعلیم پیٹر جیکب کی ہے جنھیں حکومت پاکستان نے گذشتہ برس اپنے پروگرام 'یکساں نصاب تعلیم' کا سلیبس بناتے ہوئے مشاورت میں شامل کیا تھا۔ ان کے خیال میں حکومت کی طرف سے تیار کیا گیا نیا نصاب آئین کے اس حصے کی بھی خلاف ورزی ہے جس میں اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس نصاب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے مضمون میں اسلامیات کا درس دیا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان میں اس سال پہلی سے پانچویں جماعت تک کے طلبہ کی پڑھائی کے لیے نیا نصاب لاگو ہو جائے گا۔

پیٹر جیکب کو انگریزی کی پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک کی نصابی کتب جبکہ اردو کی دوسری جماعت سے چوتھی جماعت تک کی نصابی کتب جائزہ لینے کے لیے دی گئی تھیں لیکن اس ماہ کے آغاز میں جب جیکب نے حتمی نصابی کتب دیکھیں تو وہ حیران رہ گئے۔ بی بی سی اردو سے بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ بہت تشویشناک اور آئین کی خلاف ورزی ہے۔ مذہبی اقلیتوں کی تعلیم کے بارے میں پاکستان کا آئین کیا کہتا ہے؟

پیٹر جیکب کا کہنا ہے کہ یہ دستور پاکستان کے آرٹیکل 22 کی خلاف ورزی ہے جو اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ مذکورہ شق کے مطابق 'کسی بھی تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر ایسی تعلیم کا تعلق اس کے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔'

پیٹر جیکب کا کہنا ہے کہ نئے نصاب میں ایسا لگتا ہے کہ 'آپ اردو کے مضمون میں اردو پڑھنے کے بجائے اسلامیات کا درس لے رہے ہیں۔'

مسیحی کمیونٹی کی شکایت کیا ہے؟

پیٹر جیکب اور دیگر ماہرین نے نشاندہی کی کہ پاکستان میں دوسری جماعت کے لیے حال ہی میں متعارف کروائے گئے یکساں نصاب میں اردو کی ماڈل ٹیکسٹ بک کے پہلے صفحہ پر طالب علم سے ذیل مشق کرنے کا کہا گیا: 'سوچیں اور بتائیں اللہ تعالی نے ہمیں کون کون سی نعمتیں دی ہیں؟'

اسی کتاب کے صفحہ نمبر 11 پر اساتذہ کو ہدایت دی گئی ہے کہ 'بچوں سے نعت سنیں۔' اس کے علاوہ ایک اور صفحے پر طلبہ کو کہا گیا ہے کہ 'اللہ تعالی ہمارا مالک ہے' کے عنوان والے مضمون کو 'ایک منٹ میں درست تلفظ اور روانی سے پڑھیں۔'

یہی نہیں بلکہ دوسری جماعت کے طلبہ کی اردو کی کتاب میں پبلک پالیسی کے ماہر پیٹر جیکب اور دیگر ماہرین تعلیم نے متعدد مقامات پر سرخ دائرے لگا کر اسلامی مواد کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ اردو کے علاوہ بھی دیگر مضامین میں اسلامی مواد کی موجودگی نظر آتی ہے۔ انھوں نے نشاندہی کی کہ چوتھی جماعت کی انگریزی کی ماڈل ٹیکسٹ بک کے پہلے صفحے پر ایک رہنما کی خصوصیات بتائی گئی ہیں جس کے بعد ایک تفصیلی مضمون چاروں خلفائے راشدین کے بارے میں ہے۔

پیٹر جیکب نصابی کتب کے جائزے میں لکھتے ہیں کہ چوتھی جماعت کی انگریزی کی کتاب کے مواد میں سے 23 فیصد سے زیادہ ایسا مواد ہے جو اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں آئین کی شق 22 کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسی طرح پانچویں جماعت کی انگریزی کی کتاب میں 21 فیصد سے زیادہ ایسی خلاف ورزیوں کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ 'لگ رہا ہے کہ بجائے ترقی کہ ہم 20 سال پیچھے چلے گئے ہیں'

مسیحی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والی نرگس اعجاز کے بچے لاہور کے ایک درمیانے درجے کے نجی سکول میں پڑھتے ہیں اور حکومت کی جانب سے یکساں نصاب تعلیم کے تحت نیا نصاب ان کے لیے بچپن کی یادیں واپس لے آیا ہے جب انھیں اپنے سکول میں زبردستی اسلامیات پڑھنی پڑتی تھیں۔

بی بی سی اردو سے بات کرتے ہوئے نرگس کہتی ہیں کہ اُس زمانے میں ان کے پاس انتخاب کا اختیار ہی نہیں تھا 'لیکن اب لگ رہا ہے کہ بجائے ترقی کرنے کہ ہم 20 سال پیچھے چلے گئے ہیں۔' اس نئے نصاب کو تیار کرنے والے ماہرین کو بھی غالباً احساس تھا کہ ان میں مذہبی مواد کافی زیادہ ہے اور اسی بنا پر ماڈل اردو کتاب کے ہر صفحے کے حاشیے میں تاکید درج کی گئی ہے کہ 'اساتذہ غیر مسلم طلبا کو اسلامی مواد پڑھنے پر مجبور نہ کریں۔' اس پر محقق اور مورخ یعقوب خان بنگش کا کہنا ہے کہ ویسے تو یہ ایک اچھا فیصلہ ہے کہ ہر صفحے پر اس بارے میں درج ہے لیکن وہ مزید کہتے ہیں کہ 'اگر اردو کے مضمون میں 40 فیصد نصاب اسلام پر مبنی ہو گا تو آپ کس طرح بچوں کو پڑھائیں گے؟ مثال کے طور پر اگر ایک جماعت میں 30 طلبہ ہوں اور ان میں سے دو غیر مسلم ہوں، تو آپ انھیں کیا کہیں گے؟ کہ آپ باہر جا کر بیٹھ جائیں؟'

یعقوب بنگش کے نزدیک زیادہ پریشان کن سوال یہ ہے

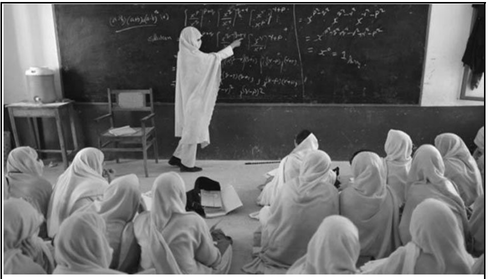

یونیسف کے مطابق دنیا میں پانچ سے 16 سال کی عمر کے سب سے زیادہ ناخواندہ بچوں والے ملک کی فہرست میں پاکستان کا دوسرا نمبر ہے

کہ اردو یا انگریزی کی درسی کتاب میں اسلامی مواد سرے سے موجود ہی کیوں ہے؟' اس پر مخالفت کرنے والوں کا قطعی طور پر یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی مذہب کے خلاف ہیں۔ 'آپ اسلامیات بالکل پڑھائیں اور اچھی طرح سے پڑھائیں لیکن مذہب کی تعلیم کسی اور مضمون کا حصہ بنانے کی کیا تک ہے؟'

حکومت کا موقف

وفاقی وزیر تعلیم شفقت محمود والدین اور ماہرین تعلیم کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات سے اتفاق نہیں کرتے۔ اردو اور انگریزی کی درسی کتب میں مذہبی متن کی موجودگی پر ان کا کہنا تھا کہ صرف اردو کی کتاب میں حمد، نعت اور سیرت النبی پر ایک تحریر ہے۔ 'اگر بچوں کے کردار کی تعمیر میں ہم اپنے رسول اور نبی کی مثال نہیں دیں گے تو کس کی دیں گے؟' وفاقی وزیر کا کہنا تھا کہ آٹھویں جماعت تک تمام سکولوں کو یکساں قومی نصاب ہی پڑھانا ہو گا لیکن اس کے بعد طلبہ کے پاس اختیار ہو گا کہ وہ برطانوی کیمبرج نظام تعلیم منتخب کریں یا کوئی اور بین الاقوامی نظام تعلیم اختیار کریں۔

پاکستان 21 کروڑ سے زائد آبادی والا ملک ہے لیکن عالمی ادارے یونیسف کے مطابق دنیا میں پانچ سے 16 سال کی عمر کے سب سے زیادہ ناخواندہ بچوں والے ملک کی فہرست میں پاکستان کا دوسرا نمبر ہے۔

یکساں نصاب تعلیم ہے کیا؟

وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت کی ویب سائٹ کے مطابق پاکستان تحریک انصاف کے یکساں نصاب تعلیم کو نافذ کرنے کے ارادے کے پیچھے کار فرما سوچ یہ ہے کہ تمام سرکاری و نجی سکول، حتی کہ دینی مدارس یہ یقینی بنا سکیں کہ 'اعلی معیار کی تعلیم کے لیے بچوں کو مساوی اور منصفانہ مواقع فراہم ہونے چاہییے۔'

تاہم اقلیتوں کی طرف سے کی جانے والی شکایات کے علاوہ نئے نصاب کے معیار پر عموماً بھی والدین کی طرف سے سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

مظہر احمد طاہر (جرمنی)

احمدی پُرامن طریقے سے اپنے مذہب پہ عمل پیرا ہوتے ہیں اور عوام الناس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں مگر پاکستان میں انہیں اکثر ظلم و زیادتیوں کا سامنا رہتا ہے۔ آج پاکستان مذہبی اقلیتوں کے حوالے سے دنیا کا ساتواں بدترین ملک ہے۔

پچھلے کچھ ماہ میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب

مضحکہ خیز پولیس مقدمہ اور عدالتوں میں اس پر کارروائی

پیرمحل، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ (جولائی/اگست 2020ء): ایک احمدی فضل سعید صاحب نے عیدالاضحی کے موقع پر قربانی کی اور گوشت تقسیم کیا۔ احمدی دشمن عناصر نے اس بات کی شکایت پولیس سے کردی جنہوں نے احمدیہ مخالف شق C-298 کے تحت فضل سعید، آپ کے بھائی منور سعید اور آپ کے والد سعید احمد صاحب کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔ فضل سعید صاحب کو گرفتار کر کے قید کردیا گیا۔

واضح رہے کہ مخالفین کا ایسا کرنا سراسر ناجائز تھا کیونکہ قانون احمدیوں کو جانور قربان کرنے اور ان کا گوشت تقسیم کرنے سے نہیں روکتا۔ اس معاملے کو عدالت نے جس طرح دیکھا، وہ عدالتوں میں احمدیوں کے ساتھ روا رکھا جانے والے ظالمانہ سلوک کا عکاس ہے۔ فضل سعید صاحب پیشے کے اعتبار سے سنار ہیں اور مارکیٹ میں آپ کے کاروباری مخالف بھی موجود ہیں۔ عید کے اگلے دن جب فضل سعید صاحب کراچی میں اپنے سسرال کو ملنے گئے ہوئے تھے تو مفتی عابد فرید نامی مقامی ملا اور ایک اور شخص نے آپ کے خلاف ''غیر مسلم ہونے کے باوجود'' عید پر قربانی کرنے اور گوشت تقسیم کرنے کی شکایت درج کرائی۔ اس کے بعد فضل سعید صاحب کے گھر کے باہر احتجاجی مظاہرہ بھی ہوا۔ ڈی ایس پی نے جب فضل سعید صاحب کو ٹیلی فون کیا، تو سعید صاحب نے ڈی ایس پی کو بتایا کہ اس وقت وہ گھر سے دُور ہیں۔ تاہم ڈی ایس پی نے اصرار کیا کہ فضل صاحب 13 اگست کو لازماً پیش ہوں اور جب مقررہ تاریخ کو فضل سعید صاحب پیش ہوئے تو ڈی ایس پی نے انہیں مطلع کیا کہ ان کے، ان کے بھائی اور والد کے خلاف مقدمہ درج ہو چکا ہے۔ فضل سعید صاحب کو گرفتار کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ جیل منتقل کردیا گیا۔

ملزم نے ضمانت کے لیے درخواست دینے کے لیے مقامی بار کے سابق صدر عبدالجبار جٹ کو اپنا وکیل بنایا جس نے آخر وقت پر معذرت کرلی۔ علاقے کا کوئی دوسرا وکیل احمدی ملزم کا مقدمہ لڑنے کو تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ملزم کو وکیل کے لیے ضلعی ہیڈ کوارٹرز تک جانا پڑا۔ جس کے بعد سردار عجائب خان نے ملزم کی درخواستِ ضمانت عدالت میں دائر کی۔

عدالت نے فضل سعید کے بھائی منور سعید اور والد سعید احمد کی عارضی درخواست ضمانت 22 اگست 2020ء کو منظور کرلی جبکہ فضل سعید صاحب کی ضمانت کی درخواست مسترد کردی گئی۔ منور سعید اور سعید احمد صاحب کی درخواستِ ضمانت پہ سماعت یکم ستمبر 2020ء کو ہونا تھی۔ لیکن یومِ مقررہ پر کمرہ عدالت کے باہر مُلاؤں کے ہجوم اور فساد کے دباؤ پر خالد بشیر، ایڈیشنل سیشن جج، نے حالات کے مدِنظر دونوں ملزمان کی ضمانت مسترد کردی۔ فضل سعید صاحب کی درخواستِ ضمانت بھی قبول نہ کی گئی۔

احمدیوں کے ساتھ ایسا رویہ نہایت افسوس ناک ہے۔ احمدی پُرامن طریقے سے اپنے مذہب پہ عمل پیرا ہوتے ہیں اور عوام الناس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن بدلے میں انہیں جھوٹے مقدمات اور گرفتاریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ عدالتیں بھی انہیں مقدمے کا فیصلہ آنے تک ضمانت نہیں دے سکتیں!

تین احمدیوں کے خلاف مقدمہ اور گرفتاری

چک 422 گ۔ب، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ: ایک احمدی نوجوان اور ایک غیر احمدی لڑکی باہمی رضامندی سے گھر سے فرار ہوگئے۔ ایسا فعل پاکستانی معاشرے میں اور نہ ہی قانون میں جائز ہے۔ لڑکی کے والد نے پولیس کو شکایت کر کے لڑکے کے خلاف تعزیراتِ پاکستان 579 کے تحت پولیس سٹیشن صدر، گوجرہ میں مقدمہ درج کرادیا۔

تاہم زیادتی کرتے ہوئے لڑکی کے والد نے لڑکے کے ساتھ ساتھ دیگر تین اور احمدی نوجوانوں کے نام بھی لکھ دیے جن کا اس سارے معاملے سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ ان احمدی نوجوانوں کے نام طاہر نعمان، وقار احمد، اور آکاش احمد ہیں۔ واضح رہے کہ ان تینوں نوجوانوں میں کسی ایک کا بھی اس فرار کے جھگڑے میں کسی قسم کا کوئی کردار نہیں ہے۔

لڑکی کے والد نے ان احمدی نوجوانوں کے نام بعض شرپسند مُلاؤں کے ایما پر لیے ہیں جو اب احمدیوں کے خلاف مزید نفرت انگیز ریلیاں نکالنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

پولیس نے نامزد تین معصوم احمدی نوجوانوں کو حراست میں لے لیا ہے اور یہ ساری کارروائی مذہب کے نام پر تفریق کی ایک مثال ہے۔

پشاور میں احمدیوں کے لیے بڑھتے خطرات

12 اگست 2020ء کو پشاور سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی معراج احمد کو نامعلوم افراد نے بدھ کے روز رات 9 بجے کے قریب ان کی دکان کے نزدیک گولیاں مار کر شہید کردیا۔ مرحوم اچھی شہرت رکھنے والے معروف احمدی تھے۔ اس اندوہناک واقعہ سے قبل معراج احمد کو فیس بک پر نفرت انگیز پراپیگنڈے کا نشانہ بنایا گیا تھا جس کی اطلاع متعلقہ اداروں کو کردی گئی تھی۔

مقتول معراج احمد کی عمر 61 برس تھی اور آپ نے پسماندگان میں ایک بیوہ، تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہے جو میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

منظر عام پر آنے والی چند تصاویر سے واضح ہے کہ معراج احمد کا قتل سوشل میڈیا، بالخصوص واٹس ایپ کے چند گروپس، پر احمدی مخالف منظم نفرت انگیز مہم کا شاخسانہ ہے۔ ان گروپس کے ممبران نے علانیہ اس بات کا اعادہ کیا کہ عید کے بعد ڈبگری گارڈن سے قادیانیت کا خاتمہ کردیا جائے گا۔ اور عید کے ٹھیک 11 دن بعد، معراج احمد صاحب کو شہید کردیا گیا۔

یاد رہے کہ اس قتل سے چند روز قبل پشاور کے کمرہ؟ عدالت میں ایک نوجوان نے توہینِ مذہب کے ملزم مبینہ احمدی کو جج کے سامنے قتل کردیا تھا۔ ملاؤں اور انتہا پسند عناصر نے اس قتل کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا جبکہ کسی اعلیٰ سطحی ریاستی قوت نے اس بہیمانہ قتل کی مذمت نہیں کی تھی۔

حیات آباد، پشاور (ستمبر 2020ء): ایک احمدی آفاق احمد صاحب کے گھر کے گیراج میں ایک شاپر پھینکا گیا جس میں ایک پتھر، گولی اور کاغذ کے ٹکڑے پر یہ ''پیغام'' درج تھا کہ ''گستاخ واجب القتل ہے''

یاد رہے کہ آفاق احمد کے دادا جان کو 2008ء میں احمدی ہونے کی وجہ سے قتل کردیا گیا تھا۔ ان کے خاندان کا تعلق سنگو گاؤں سے ہے اور ان کی اس علاقے میں ایک معقول زمین ہے۔ اسی دباؤ کے تحت آفاق احمد کے والد کو ان کی والدہ کے ہمراہ یوکے ہجرت کرنا پڑی تھی۔ ان کے بھائی آصف سجاد صاحب کو بھی اپنی فیملی کے ہمراہ یہ علاقہ چھوڑنا پڑا تھا۔

احمدی کو گھر سے نکال دیا گیا

جوہر ٹاؤن، لاہور (اگست 2020ء): لاہور کی رہائشی ایک احمدی فیملی کو صرف احمدی ہونے کی وجہ سے گھر چھوڑنے کا کہہ دیا گیا۔ منور احمد صاحب، جو کہ مغربی افریقہ میں مقیم ہیں، کی فیملی جوہر ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر تھی۔ مالک مکان نے فیملی کو جتنا جلدی ہوسکے گھر چھوڑنے کا کہا کیونکہ اس پر محلے کے دیگر افراد کا بہت سخت دباؤ ہے۔ مالک مکان نے مزید بتایا کہ پشاور والے واقعہ (جس میں ملزم کو کمرہ عدالت میں قتل کردیا گیا تھا) کے بعد اس پر مقامی افراد اور نزدیکی مدرسہ کی طرف سے احمدی کرائے داروں کو نکالنے کے لیے شدید دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔

درخواست ضمانت مسترد

لاہور (ستمبر 2020ء): بعض طلباء و اساتذہ جامعہ احمدیہ

کے خلاف سوشل میڈیا پر قرآنی آیات بھجوانے کی پاداش میں 12 نومبر 2019ء کو سائبر کرائم قوانین کے تحت FIR نمبر 152/2019 کے ضمن میں احمدی مخالف تعزیراتِ پاکستان C-298، توہین مذہب کی شق 295- ,A، 295-B، 11-PECA، اور تعزیرات پاکستان نمبر 120-B، 109، اور 34 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں وقار احمد صاحب کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ مجسٹریٹ ذوالفقار باری نے 8 اپریل کو ان کی درخواستِ ضمانت مسترد کردی۔ مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی تھی جس کو 25 اگست 2020ء کو ایڈیشنل سیشن جج مصباح نے سنا۔ سماعت کے اختتام پر یکم ستمبر 2020ء کو جج نے درخواست ضمانت مسترد کردی۔

نارووال میں حالات مزید کشیدہ

ضلع نارووال (اگست 2020ء): پچھلے ماہ (جولائی 2020ء) کی رپورٹ میں خبر دی گئی تھی کہ بدوملہی سے تعلق رکھنے والا ایک احمدی لڑکا اپنے غیر احمدی چچا کے ورغلانے پر اپنے احمدی والد سے دُور کردیا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ وہ لڑکا کسی طرح بھاگ کر اپنے والدین سے آن ملا جس کے بعد غیر احمدی رشتہ داروں نے اُسے اغوا کرلیا۔ کیس ?25 اگست 2020ء کو سماعت کے لیے مقرر ہے البتہ لڑکے کے گھر والے اپنی اور اپنے احمدی بچے کی حفاظت کے حوالے سے بہت تشویش مند ہیں۔ یاد رہے کہ یہ جبراً تبدیلی مذہب کا مقدمہ بھی ہے۔

قلندر آباد کی ایک مسجد میں باہر سے ایک مُلّا بلوایا گیا تھا جس نے جمعہ کے دوران احمدیوں کے خلاف انتہائی اشتعال انگیز اور نفرت پر مبنی زبان کا استعمال کرتے ہوئے مقامی افراد کو احمدیوں کے خلاف اقدامات پر ابھارا۔ اس پر احمدیوں نے پولیس کو شکایت کی۔ پولیس نے فریقین کو بلوا کر ایک معاہدے پر دستخط کروائے جس کے تحت دونوں گروہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ ایک دوسرے کے مذہبی عقائد میں مداخلت نہیں کریں گے اور نہ ہی مستقبل میں باہر سے کسی کو بلوایا جائے گا۔ عہدی پور کے علاقے چینی کے میں ایک نیا نماز سنٹر قائم کیا گیا تھا۔ ایک نامعلوم مخالف بغیر اجازت کے یہاں داخل ہوا اور تصاویر کے ساتھ ساتھ احمدیہ لٹریچر بھی اُٹھا کر لے گیا۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ان کتب کو احمدیوں کے خلاف مقدمات سازی میں استعمال کیا جائے گا۔ لدھر کرم سنگھ میں مخالفین نے احمدیوں کی قبروں کے کتبوں کی تصاویر لے کر پولیس کو شکایت درج کرادی۔

سرگودھا میں ایک احمدی گولیاں مار کر زخمی کیا گیا

11 اگست 2020ء کو گجرات کے ضلع لالہ موسیٰ میں رات ساڑھے نو بجے نامعلوم افراد نے ایک احمدی شیخ ناصر احمد صاحب کو گولیاں مار کر شدید زخمی کردیا۔ شیخ ناصر احمد اس وقت بازار سے واپس گھر آ رہے تھے۔ اُن کو چار گولیاں ماری گئیں اور خوش قسمتی سے بروقت ہسپتال میں طبی امداد ملنے پر شیخ ناصر احمد کی جان بچ گئی۔ اس حملے کے نتیجے میں جو زخم انہیں لگے ہیں اس کی وجہ سے ان کے جسم کے حرکات وسکنات کی صلاحیت متاثر ہوئی ہے۔

ایک احمدی کے گھر پر حملہ

12 اگست 2020ء کو پنجاب کے ضلع سرگودھا کے شہر ساہیوال میں ایک احمدی سید نعیم احمد بشیر صاحب کے گھر پر حملہ کیا گیا۔ حملہ آوروں نے گھر کے صحن میں متعدد گولیاں برسائیں۔ کیونکہ پنجاب کے شہروں میں اس موسم کے دوران اکثر لوگ اپنے مکانوں کے صحن میں سوتے ہیں۔ جس وقت حملہ ہوا، اس وقت سید نعیم احمد بشیر صاحب اور آپ کے اہل خانہ صحن میں نہیں سو رہے تھے۔ بصورت دیگر، اکثر افراد اپنی جان سے جاسکتے تھے۔ ناظر امورِ عامہ اور ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان نے احمدی مخالف کارروائیوں پر بیان دیتے ہوئے ٹویٹر پر لکھا کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ سوچی سمجھی سکیم ہے۔ ان متشددانہ کارروائیوں کے بعد ہمیں خدشہ ہے کہ احمدیوں کے خلاف نفرت اور خونریزی میں مزید اضافہ ہوگا۔ بحیثیت جماعت ہم (احمدی) اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں کیونکہ حکومت، اس کے وزرا اور پوری ریاستی مشینری ہماری زندگیوں سے کھیل رہی ہے اور انہیں اس کھیل کے خوفناک نتائج کی پروا ہے نہ ادراک۔ احمدیوں کے خلاف ان نفرت انگیز حملوں میں شدّت احمدی مخالف پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے۔ اور بلاشبہ ان کا خیال بالکل درست ہے۔

جعلی مقدمے میں ایک احمدی کو گرفتار کرلیا گیا

چونڈہ، ضلع سیالکوٹ (15 اگست 2020ء): ایک احمدی وحید احمد بٹ صاحب کے خلاف احمدیہ مخالف شق C-298 اور توہین مذہب کی شق A-295، کے تحت مقدمہ درج کر کے گرفتار کرلیا گیا۔ وحید احمد بٹ صاحب پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے احمدیت کی تبلیغ کی اور شعائرِ اسلام کا مذاق اُڑایا۔ اطلاعات کے مطابق مورخہ 15 اگست 2020ء کو 62 سالہ وحید احمد بٹ صاحب اپنی کباڑ کی دکان پر ایک غیر احمدی دوست کے ساتھ بین الاقوامی سیاسی معاملات پر بات کر رہے تھے۔ باتوں ہی باتوں میں معاملہ مکہ اور یروشلم کے مستقبل پر آن پہنچا۔ اس پر ان کا دوست غصّے میں آ گیا اور زور زور سے چلّانے لگا۔ دکان کے گرد لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا اور پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔

پولیس نے وحید احمد بٹ صاحب کے خلاف مجرمانہ مقدمہ درج کرلیا اور ان کے گھر پر چھاپہ مار کر تلاشی بھی لی گئی۔ چونکہ وحید صاحب گھر پر نہیں تھے، پولیس نے ان کے بیٹے وجاہت احمد کو گرفتار کرلیا۔ یاد رہے کہ وجاہت احمد سکول کا طالب علم ہے۔ بعد میں پولیس نے وجاہت احمد کو رہا کردیا اور وحید احمد بٹ صاحب کو گرفتار کرلیا۔

ایک وفاقی وزیر نے کچھ عرصہ قبل ایک ویڈیو بیان جاری کیا تھا جس میں اس نے کہا تھا کہ قادیانیت اسلام کے خلاف ایک فتنہ ہے ... ہم ختم نبوت اور شانِ رسالت کے سپاہی ہیں۔ مزید برآں، ایک خبر کے مطابق موصوف نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ گستاخانِ رسول کی سزا، سرتن سے جدا ہے۔

اسی طرح ایک اور وفاقی وزیر نے نومبر 2019ء میں ایک ٹی وی شو کے دوران کہا تھا کہ میں (احمدیوں) پر لعنت بھیجتا ہوں اور عمران خان بھی اُن (یعنی احمدیوں) پر لعنت بھیجتا ہے۔ پنجاب علماء بورڈ کے صدر نے بین المذاہب میٹنگ کے دوران سرِ عام اپنے بیان میں کہا تھا کہ "میں اس ملک (پاکستان) میں احمدیوں کا وجود تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں ... قادیانیوں کے خلاف بولنا دراصل مذہبی ہم آہنگی کے عین مطابق ہے۔"

13 اگست 2020ء کو یو کے کی بین الاقوامی انسانی حقوق کی کمیٹی نے اپنی پریس ریلیز میں احمدیوں کے قتل اور ان پر قاتلانہ حملوں کو بجا طور پر بے رحم اور سنگدلانہ قرار دیا۔ اس پریس ریلیز میں بتایا گیا کہ جس قاتل نے کمرہ عدالت میں ایک ملزم کو قتل کردیا تھا اُسے پاکستان میں اسلامی ہیرو بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور اس نے سرِ عام اس بات کا اعلان کیا تھا کہ اُس نے ایک قادیانی (احمدی) کو قتل کیا ہے۔ ریاست اس معاملے میں شریک ہے، جس کا نتیجہ احمدیوں کے عقائد کی بنیاد پر اُن کے قتل کی صورت میں نکلتا ہے۔

پشاور میں قتل ہونے والے توہینِ مذہب کے ملزم طاہر نسیم کے واقعے پر تقریر کرتے ہوئے پاکستان کی ایک بڑی سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک سینیئر رکن نے جو کچھ کہا، اس کا ذکر کرنا ناگزیر ہے۔ انہوں نے قومی اسمبلی کے سیشن میں قاتل کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیانات دیے۔

- ☆ اسلام کی خدمت کے صلے میں غازی فیصل (جو کہ قاتل ہے) کو صدارتی آرڈیننس کے ذریعے فی الفور رہا کیا جائے۔
- ☆ اگر ایسا نہیں کیا جاتا، تو شریعت کا قانون دیت لاگو ہونا چاہیے اور دیت کی رقم ریاست اپنی طرف سے ادا کرے۔
- ☆ اگر یہ دونوں مطالبے نہیں مانے جاسکتے تو میں اور میری طرح کے کروڑوں لوگ دیت کی رقم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ میں اس کی دیت ادا کرنے کو تیار ہوں چاہے مجھے اس کے لیے اپنی ساری جائیداد بیچنی پڑے۔

اپنی تقریر میں سید عمران احمد شاہ نے تحریک انصاف کے ایک رکن اور وزیر مملکت اور ن لیگ کے ایک رکن اسمبلی کا خاص طور سے نام لیا جو ان کے ساتھ مل کر دیت کی رقم ادا کریں گے۔

اس تقریر کے بعد، اطلاعات کے مطابق، اسپیکر اسمبلی یہ تجویز دی کہ وہ اس معاملے کو قانونی طور پر حل کرنے کے لیے کوئی بل لائیں۔ اسد قیصر نے یہ بھی کہا کہ اس بارے میں اگر قانون میں کوئی سقم موجود ہے تو اسے دور کیا جائے گا۔ اس پر قومی اسمبلی کا سیشن ختم ہوا۔

چنانچہ اسی نفرت انگیزی کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان مذہبی اقلیتوں کے حوالے سے دنیا کا ساتواں بدترین ملک ہے۔

(جاری ہے)

پاکستان کے خواجہ سراء اوران کی تعلیم

سارہ خان

ہم وہ قوم ہیں جہاں کے اسکول سرٹیفکیٹ میں فقط دو خانے دیے گئے ہوتے ہیں اور تیسری جنس کا حقِ تعلیم ہمارے اسکولوں میں ہی دفنا دیا جاتا ہے کیوں کہ یہ وہ جنس ہے جو اگر ہمارے بچوں کی ساتھ بیٹھ کر جب تعلیم حاصل کرے گی تو انہیں گالم گلوچ کے برتاؤ امتیازی سلوک اور حقارت کہ سوا شاید ہی کچھ حاصل ہو۔ اور پڑھے لکھے ماڈرن والدین اپنے بچوں کہ قریب اس جنس کہ انسانوں کا سایا بھی برداشت نہ کر سکیں گے کیوں کہ یہ ان جیسے انسان نہیں ہیں۔ ہماری سوچوں کا تعلق ان کم اخلاق رویوں سے ہوتا ہے جہاں پر شاید ہی کبھی پہلے ایسا ہوتا ہوگا۔ یہی تیسری جنس کہ لوگ مغلوں کہ زمانے میں ان کے گھر کے رکھوالے ہوتے تھے ان کی جائیداد اور خزانے کے مالک جیسے ان کو اختیار دیے جاتے تھے۔ مغل بادشاہوں کے ساتھ یہ بھی ایک شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن شاید تب وہ سو کالڈ ماڈرنزم ہم میں نہیں آئی تھی۔ جو ہمیں انسانوں سے دور کر دیتی بنا کسی جنس کا فرق کیے بغیر۔

پاکستان کا آئین جہاں پر آرٹیکل 25 میں بنا کسی ڈسکرمنیشن آف سیکس کے سب شہریوں کو برابری دیتا ہے وہیں پر آرٹیکل 25-A میں ان سب کی مفت تعلیم کا بھی حق دیتا ہے۔ لیکن ہماری سوچوں کہ بڑے بڑے خانوں میں صرف یہ حق مرد اور عورت کے لیے وقف کیے گئے ہیں۔ اور نا جانے یہ تیسرے جنس کہ لوگ پاکستان کی شہریوں کہ زمرے میں آتے بھی ہیں کہ نہیں۔ ایک خواجہ سرا ہونے کا کلنک پیدائش سے ہے ان کہ لیے ایک عذاب سے کم نہیں ہوتا یہ وہ انسان ہیں جنہیں ہر جگہ پر جسمانی اور جنسی طور پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جنسی فرق کہ باوجود پاکستان کہ کئی خواجہ سراؤں نے اپنے آپ کو منایا ہے اور اپنی پہچان اعلیٰ درجوں میں کروائی ہے۔ اور انہیں سب کی ان تھک کوششوں کہ وجہ سے ہی آج کا خواجہ سراء اپنے حقوق حاصل کرنے کی جنگ میں کامیابیاں

حاصل کرنے لگا ہے۔ وہ خواجہ سراء جن کو پیدا ہوتے سے ہی مار دیا جاتا تھا یا جب ان کی پہچان خواجہ سراء کے طور پر ہو جاتی تو دھکے دے کر گھروں سے نکال دیا جاتا نہ صرف گھروں سے بلکہ خاندانی ملکیت سے ہمیشہ کہ لیے لاتعلق کر دیا جاتا تھا اور پھر وہی خواجہ سراء جب گلی سڑکوں پر دھکے کھاتے تو ان کے جیسے ہی ان کی رکھوالی کے لیے انہیں اپنی پناہ گاہ تک لے جاتے اور اپنے گروؤں کہ سامنے پیش کرتے۔ ایک جوان خواجہ سراء کا گرو کے آستانے پر آنا سونے کی چڑیا کے برابر ہوتا اور پھر اسی بھٹکی ہوئی دھکے کھاتی ہوئی چڑیا کہ سامنے فقط تین آپشن رکھ دیے جاتے، ناچ گانا، جسم فروشی یا پھر سڑکوں پر بھیک مانگنا اور جب ان میں سے کوئی ایک آپشن منتخب ہو جاتا تو پھر ساری زندگی مرنے تک اسی چکی میں پیسنا ان کا مقدر ہو جاتا۔ لیکن ان سو میں سے چند ایسے رحمدل گرو بھی ہوتے ہیں جو ان نئے نئے آئے چیلوں کو اپنے بچوں کی طرح رکھتے اور ان کی رکھوالی ان کا کھانا پینا اور پڑھنے کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے اور انہیں کسی مقام تک لانا ان کا مقصد بن جاتا مگر شاید ہی ایسے گرو کسی خواجہ سراء کو نصیب ہوتے ہوں ورنہ ساری زندگی ان کا بوجھ اپنے ہی کندھوں پر ہوتا ہے۔

چھٹے پاپولیشن اینڈ ہاؤسنگ سینسس کہ مطابق پاکستان میں کل خواجہ سراؤں کی تعداد 10,418 یعنی کہ 207 ملین پاپولیشن میں سے صرف 0.005 پرسنٹ خواجہ سراؤں کی تعداد ہے لیکن کچھ ٹرانسجینڈ رایکٹیوسٹس کہ مطابق پاکستان میں تقریباً ایک ملین خواجہ سراء رہتے ہیں۔ ایک سٹڈی کہ مطابق 45٪ خواجہ سراء اکیلے رہتے ہیں، 35٪ خواجہ سراء اپنے گروؤں کہ ساتھ رہتے ہیں اور صرف 19٪ خواجہ سراء اپنے گھروں میں اپنی اپنی فیملی کہ ساتھ رہتے ہیں۔

تعلیم حاصل کرنے والے خواجہ سراؤں کہ لیے پورے ملک میں کوئی خاص اداروں کا قیام نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے خواجہ سراء تعلیم کا شوق ہونے کہ باوجود وہ اس کو حاصل کرنے کا فقط سوچ ہی سکتے ہیں۔ یونائیٹڈ نیشنز کہ ایک سروے کہ مطابق پاکستان میں 45 فیصد خواجہ سراء ان پڑھ ہیں۔ خیبر پختونخوا اور پنجاب میں 30 فیصد خواجہ سراؤں نے پرائمری تعلیم حاصل کی ہے اور 23 فیصد نے سیکنڈری تعلیم اور صرف 7 فیصد نے کالج کی حد تک تعلیم حاصل کی ہے۔ ایسے میں پنجاب صوبے کہ ایجوکیشن منسٹر مراد راس کا ایک بہت ہی اعلیٰ اقدام آج کل سب کی زبان پر عام ہونے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

ملتان میں پاکستان کا پہلا خواجہ سراؤں کے اسکول کا افتتاح ہونا بہت ہی خوش آئند بات ہے اور اسی اقدام سے ہم آگے کے لیے خواجہ سراؤں کی بہتری کا سوچ سکتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ نہ صرف ملتان اور پنجاب صوبے میں پر اس اقدام کو پورے پاکستان میں ضرور پھیلایا جائے گا۔

(بشکریہ نیا دور)

جہدحق پڑھنے والے توجہ کریں

☞ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☞ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدحق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہدحق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

سازوسامان کے بیگ بنانے والی فیکٹری میں آتشزدگی کا افسوسناک واقعہ

انسٹی ٹیوٹ آف لیبر اینڈ ریسرچ (پائلر) کی ابتدائی تحقیقاتی رپورٹ

پس منظر/ وقوعہ: 27 اگست 2021 کو لگ بھگ صبح 9 بجے کورنگی کے علاقے مہران ٹاؤن میں پلاٹ سی 40، سیکٹر ایف/6 میں سازوسامان کے بیگ بنانے والی ایک فیکٹری میں اچانک آگ لگ گئی جس کے نتیجے میں 18 مزدور ہلاک اور کئی دیگر زخمی ہوگئے۔

ٹی وی اور سوشل میڈیا پر نظر آنے والے کربناک مناظر سے لگتا تھا کہ صورتحال ایسی ہی تھی جیسی کہ 11 ستمبر 2012 کو بلدیہ فیکٹری میں آگ لگنے کے بعد پیدا ہوئی تھی جس میں 260 مزدور ہلاک ہوئے تھے۔

خوفناک واقعہ بلدیہ فیکٹری کے وقوعے کی نویں برسی سے صرف 15 دن قبل پیش آیا اور اس حقیقت کی عکاسی ہوئی ہے کہ 9 برس قبل پاکستان کے سب سے تباہ کن صنعتی حادثے سے کچھ نہیں سیکھا گیا۔

متعلقہ حکام کی غفلت کی بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی۔

حقائق/مسائل

- محکمہ محنت، حکومتِ سندھ نے کہا کہ فیکٹری حکومت کے پاس رجسٹرڈ نہیں تھی۔ یہ بے بنیاد جواز ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے پاس اِس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا کہ یہ کیوں رجسٹرڈ نہیں تھی؛
- دلچسپ طور پر، بی ایم لگیج انڈسٹری سازوسامان کے بیگ برآمد کرتی تھی اور ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ٹی ڈی اے پی) کے ساتھ رجسٹرڈ تھی۔ یہ ایکسپورٹرز کی اس فہرست میں بیسیویں نمبر پر تھی جو ٹی ڈی اے پی نے اپریل 2020 میں حکومتِ سندھ کو بھیجی تھی۔ یہ حقیقت محکمہ محنت کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے کیونکہ وہ برآمدات کے کاروبار سے منسلک فیکٹریوں کی رجسٹریشن بھی نہیں کرتا؛
- بی ایم لگیج انڈسٹری اپنی مصنوعات جیٹ وے سپلائی چین مینجمنٹ کو برآمد کررہی تھی؛
- کوئی ایک ملازم بھی سندھ ایمپلائز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن (ایس ای ایس ایس آئی) کے ساتھ یا مزدوروں کی فلاح و بہبود کے کسی دوسرے ادارے کے ساتھ رجسٹرڈ نہیں تھا حالانکہ ایس ای ایس ایس آئی کے قانون کا تقاضا ہے کہ پانچ سے زائد افراد پر مشتمل ہر ایک ادارے کا رجسٹر ہونا ضروری ہے؛
- کسی بھی او ایس ایچ انسپکٹرز یا لیبر انسپکٹرز نے فیکٹری کا دورہ نہیں کیا تھا، یہ جواز بنا کر کہ فیکٹری رجسٹرڈ نہیں تھی؛
- اس سے مراد یہ ہے کہ مزدور کم از کم مقرر کردہ اجرت، گروپ انشورنس سمیت تمام حقوق سے محرومی کی شکل میں غیر رسمی حیثیت سے کام کر رہے تھے؛
- فیکٹری کے دورے اور مزدوروں کے مقامی نمائندوں کے انٹرویوز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہاں کام کے حالات انتہائی خراب تھے؛
- اس صورتحال نے محکمہ محنت کی بری کارکردگی اور سرکاری اداروں جیسے کہ ٹی ڈی اے پی اور محکمہ محنت کے درمیان رابطے کے فقدان کی نشاندہی کی ہے۔

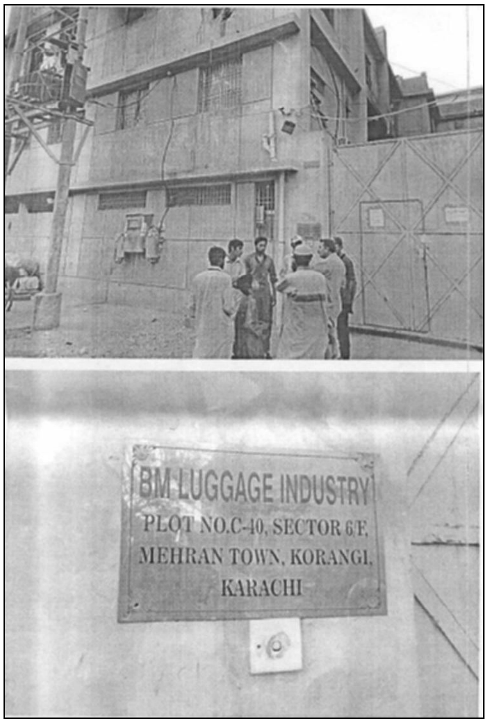

وقوعے سے عمومی حقائق

- حقائق یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ بلدیہ فیکٹری میں آتش زدگی کے بعد حکومتِ سندھ اور محکمہ محنت نے ایسے جائے روزگار کا اندراج کیا ہو جہاں آگ لگنے کے زیادہ امکانات ہیں؛
- اصولی طور پر، انہیں کم از کم کیمیکل اور پلاسٹک کی صنعتوں جہاں آگ لگنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، کے اندراج ومعائنے کا کام ضرور کرنا چاہیے۔
- محکمہ محنت کے پاس رجسٹرڈ جائے روزگار/فیکٹریوں کی تعداد صرف دس ہزار ہے جن میں پانچ لاکھ مزدور کام کرتے ہیں جو کہ شہر میں صنعت کے حجم کے حساب سے بہت کم تعداد ہے؛
- محکمہ محنت کے پاس صلاحیت، مہارتوں اور مطلوبہ انسانی وسائل کی مجموعی طور پر کمی ہے مگر اس کے محکمہ او ایس ایچ کی حالت انتہائی مخدوش ہے؛
- محکمہ محنت کے او ایس ایچ نے کراچی کو دو علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ علاقہ اول میں مشرقی وجنوبی ضلع کے صنعتی علاقے شامل ہیں (کورنگی، بن قاسم وغیرہ) جہاں واقعہ پیش آیا وہاں صرف پانچ لیبر انسپکٹرز تھے (ایک ڈائریکٹر، ایک ڈپٹی ڈائریکٹر اور تین او ایس ایچ انسپکٹرز)۔ علاقہ دوئم میں ضلع وسطی اور مغربی (سائٹ، شمالی کراچی، نیو کراچی وغیرہ) شامل ہیں جہاں صرف چھ انسپکٹرز (ایک جوائنٹ ڈائریکٹر، ایک ڈپٹی ڈائریکٹر اور چار انسپکٹرز) کام کر رہے ہیں؛
- اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ او ایس ایچ 11 اہلکاروں کے ساتھ پورے کراچی کی فیکٹریوں کا معائنہ کس طرح کرتے ہوں گے؛
- یہاں تک کہ بلدیہ فیکٹری کی آگ کے واقعے کے بعد بھی حکومتِ سندھ نے محکمہ محنت کے او ایس ایچ جن کے پاس عملے کی شدید قلت ہے، کو کسی قسم کا سازوسامان، گاڑیاں یا لیبارٹری فراہم نہیں کی؛
- علاقہ اول کا او ایس ایچ دفتر جمانی آرکیڈ کی پانچویں منزل پر ہے اور کئی برسوں سے غیر فعال ہے؛
- حکومت کی سطح پر او ایس ایچ کی تربیت اور آگاہی کا کوئی بندوبست موجود نہیں۔

وقوعے سے متعلق خاص حقائق

- عینی شاہدین کے مطابق، آگ صبح ساڑھے نو سے دس بجے کے درمیان لگی اور پھر ساری عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا؛
- آگ عمارت کی دوسری منزل پر لگی؛
- داخلی اور خارجی مقام ایک ہی تھا۔ فیکٹری میں ہنگامی راستہ نہیں تھا؛
- عام طور پر متفقہ رائے یہی تھی کہ آگ بجھانے والا عملہ

دلچسپ طور پر، بی ایم لگیج انڈسٹری سازوسامان کے بیگ برآمد کرتی تھی اور ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ٹی ڈی اے پی) کے ساتھ رجسٹرڈ تھی۔ یہ ایکسپورٹرز کی اس فہرست میں بیسویں نمبر پر تھی جو ٹی ڈی اے پی نے اپریل 2020 میں حکومت سندھ کو بھیجی تھی۔ یہ حقیقت محکمہ محنت کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے کیونکہ وہ برآمدات کے کاروبار سے منسلک فیکٹریوں کی رجسٹریشن بھی نہیں کرتا۔

آگ بھڑکنے کے کئی گھنٹوں بعد آیا؛

- پولیس اور دیگر سرکاری عہدیدار بھی گھنٹوں بعد آئے؛
- اطلاعات کے مطابق، آگ کا سبب کیمیکل مواد کے درست انتظام و انصرام میں ناکامی تھا؛
- او ایس ایچ کا کہنا ہے کہ ہنگامی راستے اور آگ سے خبردار کرنے والے نظام کی عدم موجودگی اموات کا سبب بنی؛
- عمارت کی چھت والا دروازہ بند تھا ورنہ مزدور چھت پر پناہ لے سکتے تھے اور با آسانی بچ سکتے تھے اور یوں کئی زندگیاں بچ سکتی تھیں؛
- فیکٹری کی تصاویر اور مزدوروں کے بیانات سے کام کے برے حالات عیاں تھے؛
- کئی مزدوروں کا کہنا تھا کہ انہیں چھ ماہ سے اجرت نہیں ملی اور کام کا ماحول پر ہجوم، گندہ اور بنیادی سہولیات سے محروم تھا؛
- عمارت کا مالک اور فیکٹری کا مالک دو مختلف افراد تھے۔ اس سے ظاہر ہوا ہے کہ فیکٹری کرائے کی اراضی پر تھی۔

حکام کی کارروائی

- مقامی انتظامیہ نے فیکٹری کو تالہ لگا دیا تھا جس کی وجہ سے معائنے میں رکاوٹ پیش آئی تھی؛
- پولیس کا کہنا تھا کہ آگ بجھنے کے بعد انہوں نے فیکٹری کا دورہ کیا اور دیکھا کہ خارجی راستہ صرف ایک تھا اور چھت کو جانے والا دروازہ بند تھا، اور انہیں آگ کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی؛
- محکمہ محنت کے اہلکاروں نے کہا کہ انہوں نے باہر سے فیکٹری کا معائنہ کیا تھا مگر چونکہ فیکٹری کو تالہ لگا ہوا تھا اس لیے مؤثر تحقیقات نہیں کر سکے؛
- عمارت کے مالک، فیکٹری کے مالک اور عملے کے کچھ اراکین کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی تھی؛
- مالک فرار ہوگیا تھا؛
- وزیر اعلیٰ نے انکوائری رپورٹ طلب کی تھی؛
- محکمہ محنت کا کہنا تھا کہ انہوں نے معاوضے کی ادائیگی کے معاملے پر کام شروع کر دیا ہے؛
- ایمپلائرز فیڈریشن نے بھی فیکٹری میں آگ کے نتیجے میں متعدد انسانی جانوں کے ضیاع کا ذمہ دار محکمہ محنت اور سرکاری ایجنسیوں کو قرار دیا ہے۔

سفارشات

- آگ کا سبب جاننے اور مختلف محکموں خاص طور پر ایس بی سی اے اور محکمہ محنت کو غفلت کا ذمہ دار قرار دینے کے لیے عدالتی تحقیقات ضروری ہے؛
- ریسکیو کی کاروائیاں ناقص طریقے سے انجام پائی گئیں جیسے کہ آگ بجھانے والا عملہ موقع پر بہت دیر سے پہنچا۔ ایسے معاملات کے ذمہ داران کا تعین بھی ضروری ہے؛
- فیکٹری کا اندراج نہ کرنے پر محکمہ محنت کے ذمہ داران کا تعین بھی کیا جائے اور ان کے خلاف کاروائی کی جائے؛
- غریب مزدوروں کے ورثا کو خصوصی معاوضہ ادا کیا جائے اور خصوصی صورتحال کے پیش نظر ایس ای ایس ایس آئی سے پنشن ادا کی جائے؛
- حکومت سندھ کی غفلت کے باعث بلدیہ واقعہ کے بعد تحفظ وصحت کے حالات بہتر نہیں ہوئے۔ اس معاملے کی تحقیقات کر کے ذمہ داران کا تعین کرنے کی ضرورت بھی ہے؛
- پہلے قدم کے طور پر، ان صنعتوں کی فوری رجسٹریشن اور حفاظت کے نقطہ نظر سے عمارتوں کے معائنے کا فی الفور بندوبست کیا جائے اور پھر اس عمل کو تمام جائے روزگار تک توسیع دی جائے؛
- او ایس ایچ اور معائنہ نظام میں اصلاحات کی اشد ضرورت ہے اور اس حوالے سے انسپکٹرز کی صلاحیت بھی بہتر کی جائے؛
- سندھ او ایس ایچ ایکٹ 2017 کا نفاذ انتہائی ضروری ہے اور اس حوالے سے او ایس ایچ کونسل کو فعال اور مؤثر کیا جائے؛
- اس معاملے پر کئی سطحوں پر کام جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

فیکٹری کا اندراج نہ کرنے پر محکمہ محنت کے ذمہ داران کا تعین بھی کیا جائے اور ان کے خلاف کاروائی کی جائے؛ غریب مزدوروں کے ورثا کو خصوصی معاوضہ ادا کیا جائے اور خصوصی صورتحال کے پیش نظر ایس ای ایس ایس آئی سے پنشن ادا کی جائے۔

بلوچ شہری کی دوبارہ جبری گمشدگی

تربت 7 ستمبر 2021 کی صبح مجاہد بلوچ اور قریش بلوچ نے آ کر بتایا کہ نور خان ولد کہور خان ساکن شاپک ضلع کیچ کو ایک دفعہ پھر سے سیکورٹی فورسز نے جبری طور پر اغوا کر کے لاپتہ کر دیا ہے۔ انہیں پہلے بھی جبری طور پر غائب کیا گیا تھا مگر بعد میں بازیاب ہوگئے تھے۔ لیکن گزشتہ دنوں انہیں ایک بار پھر جبری طور پر اغوا کر کے لاپتہ کر دیا گیا ہے جن کی بازیابی اور رہائی کے لئے آپ سے تعاون کی استدعا کی جارہی ہے۔

ہم حکام بالا اور عالمی برادری سے اپیل کرتے ہیں کہ نور خان بلوچ کی بحفاظت بازیابی کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جائیں اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ ہمارا یہ مطالبہ بھی ہے کے لوگوں کی جبری گمشدگی میں ملوث عناصر کا محاسبہ کیا جائے اور اس غیر انسانی اور ظالمانہ رجحان کی حوصلہ شکنی کے لیے ٹھوس قانون سازی کی جائے۔

جب کہ ہماری طرف سے انہیں تعاون کی یقین دہانی کرائی گئی اور پھر متعلقہ فارم انہیں دے کر ہدایت کر دی گئی کہ اسے پر کرنے کے بعد ضروری دستاویزات کے ساتھ واپس کیا جائے تا کہ انکی بازیابی اور رہائی کی کوشش کی جاسکے۔

غنی پرواز، ایچ آر سی پی ریجنل آفس

خواتین کا سفر بذریعہ قانون ساز ادارے

عام انتخابات 2013 کے بعد اسمبلیوں میں خواتین اراکین کی تعداد

تعارف

آئینِ پاکستان شہریوں کی برابری کا مقصد حاصل کرنے کیلئے، اگر ضروری ہو تو خصوصی اقدامات کے ذریعے خواتین کو بااختیار بنانے کے عزم کا اظہار کرتا ہے۔ کسی بھی ذمہ دار اور جوابدہ جمہوری معاشرے کیلئے صنفی برابری انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ صنفی برابری کے مقصد کے حصول کے لیے خواتین کی سیاسی شرکت کی ترویج ایک اہم ذریعہ ہے، جو کہ نہ صرف سماج کی نچلی سطح پر اور اسمبلیوں کی سیاست میں خواتین کی شرکت کیلئے سازگار ماحول کی متقاضی ہے بلکہ اراکینِ اسمبلی کے طور پر خواتین کے کردار کی حوصلہ افزائی کا مطالبہ بھی کرتی ہے۔ دنیا بھر میں، خواتین اراکینِ پارلیمان کا 24.5 فیصد ہے، جن میں سے 24.3 فیصد ایوانِ بالا میں جبکہ 24.6 فیصد ایوانِ زیریں میں ہیں۔ ایشیا میں، خواتین دونوں ایوانوں میں 19.7 فیصد نمائندگی کی حامل ہیں۔ پارلیمان میں خواتین اور مردوں کی نمائندگی میں تفاوت ایک ایسی مشکل ہے جس پر دنیا بھر میں پانے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کی کرب انگیز سیاسی تاریخ نے، فوجی بغاوتوں اور حکمرانی، بدعنوانی اور سیاسی اسلامائیزیشن کے ایک اینٹھے ہوئے انداز کی بنا پر خواتین کیلئے سماجی، سیاسی اور اقتصادی برابری کے حصول کو مشکل بنا دیا ہے۔ ان کے حقوق کے مطالبات کو کبھی کبھار ثقافت اور ضیاالحق کی آمریت کے دوران مذہب کے نام پر ثانوی حیثیت کا حامل بنا دیا گیا۔ 1990 کے عشرے سے، جب جمہوری طور پر منتخب ہونے والی حکومتوں نے کسی حد تک تسلسل حاصل کیا، چاہے استحکام حاصل نہ بھی کیا ہو، ریاست کی جانب سے قانون ساز اسمبلیوں کے علاوہ مقامی اداروں میں خواتین کی نشستوں کی تعداد میں اضافہ کرنے سے انہیں جمہوری مواقع ملنا شروع ہوئے ہیں۔ خواتین کی سیاسی سرگرمی اور آواز سیاسی امیدواروں اور رائے دہندگان دونوں حیثیتوں میں مضبوط ہوئے ہیں۔ اس طرح، دِقتوں کے باوجود، خواتین اراکینِ اسمبلی کے طور پر سیاست میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

خواتین کا سفر بذریعہ قانون ساز ادارے

قانون ساز اداروں میں خواتین کے سفر کو سمجھنے کیلئے، وفاقی اور صوبائی دونوں سطحوں پر، پاکستان کی اسمبلیوں میں انکی موجودگی اور شرکت کا سراغ لگانا اہمیت کا حامل ہوگا۔ اس کی ابتدا پہلی آئین ساز اسمبلی (1947-54) سے ہوئی، جس میں دو شعلہ نواز رہنما بیگم جہاں آرا شاہنواز اور بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ موجود تھیں، جنہوں نے خواتین کی مساوی حیثیت اور مخصوص نشستوں کے لیے خواتین کے مطالبات کا منشور پیش کیا۔ ماسوائے 1955 کی دوسری آئین ساز اسمبلی کے، ہر آنے اسمبلی میں خواتین نمائندگان تھیں جو کہ اہم سیاسی اور سماجی امور پر اپنی آواز بُلند کرتی رہیں۔ دوسری اسمبلی میں کوئی خاتون نہیں تھی تاہم، بعدازاں آنے والی چار آئین ساز/قومی اسمبلیوں میں خواتین کی ایک قلیل تعداد عام اور مخصوص نشستوں پر براجمان رہی۔ ان میں 1962-65 کی اسمبلی میں آٹھ، 1965-69 کی اسمبلی میں چھ، 1971-77 کی اسمبلی میں سات اور 1977 کی اسمبلی میں گیارہ خواتین شامل تھیں۔ 1971 تا 1977 کے عرصے کے دوران صوبائی گورنر اور ڈپٹی اسپیکر سمیت اہم فیصلہ ساز عہدوں پر خواتین کی تعداد میں اضافہ بھی دیکھا گیا۔ اس عرصے کے دوران، نصرت بھٹو خواتین کے امور پر ایک انتہائی واضح شخصیت کے طور پر سامنے رہیں اور اُس دوران انہوں نے میکسیکو میں منعقدہ خواتین کی پہلی کانفرنس (1975) میں سرکاری وفد کی سربراہی بھی کی۔ اُس کانفرنس کے نتیجے میں خواتین کے حقوق کی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جس نے خواتین کی قانونی حیثیت کو بہتر بنانے کے ضمن میں دُور رس اصلاحات کی سفارش کی۔

خواتین کی سرگرمیاں گھر کی چار دیواری تک محدود کرنے کی حوصلہ افزائی کرنے کے اپنے فیصلے کے باوجود، جنرل ضیاالحق کی مجلسِ شوریٰ (وفاقی مشاورتی کونسل) نے مخصوص نشستوں پر بیس خواتین کو رکنیت دی جس کو دو منتخب اراکین کے اضافے کے ساتھ 1985 میں بائیس کیا گیا۔ 1988 کے عام انتخابات خواتین کیلئے بیس نشستوں کے ساتھ ہوئے تاہم مخصوص نشستوں کی معیاد 1990 کے عام انتخابات سے قبل ختم ہوگئی جو کہ 2002 تک بحال نہیں کی گئی۔ اس طرح 1990 کی قومی اسمبلی میں بے نظیر بھٹو اور نصرت بھٹو دو واحد خواتین رکن تھیں جو عام نشستوں پر منتخب ہو کر ایوان میں پہنچی تھیں۔ خواتین کی مخصوص نشستوں کی معیاد آئین میں موجود اُس شق کی بنا پر ختم ہوگئی جس کے تحت مخصوص نشستیں تین عام انتخابات تک برقرار رہنی تھیں اور بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کی یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتیں اُن مخصوص نشستوں کو بحال نہ کر سکیں۔ جنرل پرویز مشرف کے تحت 2002 اور 2008 کے عام انتخابات نے قومی اور صوبائی دونوں اسمبلیوں میں خواتین کیلئے مخصوص نشستوں کی تعداد میں بے مثال اضافے کا مشاہدہ کیا، جس دوران پاکستان 15 فیصد کے عالمی اوسط سے بھی آگے نکل گیا۔ تاہم، خواتین کی نمائندگی میں اضافے کے باوجود، براہ راست منتخب ہونے والی خواتین کی تعداد بالترتیب 13 اور 16 تک ہی محدود رہی۔ 2000 کے عشرے کے دوران سیاسی۔ فوجی اقتدار کو اُن سرگرم خواتین کارکنوں نے مسترد کر دیا جو جنرل پرویز مشرف کی غیر جمہوری حکومت کے خلاف تھیں۔ اسکے باوجود قانون ساز اداروں کے ذریعے خواتین کو بااختیار بنانے کی ضمن میں کئی ایک پیش رفتیں سامنے آئیں۔ ان میں خواتین کے خلاف تشدد کی مختلف اشکال سے متعلق درجن بھر سے زائد قوانین اور خواتین کا قومی کاؤکس وزارتِ ترقی نسواں اور کمیشنز برائے حقوقِ نسواں جیسے اداروں کا قیام شامل تھا۔ یہ ادارے پارلیمانی اداروں اور طریقِ ہائے کار کو مضبوط بنانے، اراکینِ اسمبلی کی صلاحیتوں کی ترویج اور ریاستی سرگرمیوں پر موثر نگرانی میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔

1913 کے عام انتخابات نے قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کی عام نشستوں کیلئے خواتین امیدواروں میں بہت زیادہ اضافے کا مشاہدہ کیا (خاکہ 5)۔ یہ اضافہ خواتین کی سیاسی شرکت میں عمومی اضافے کا مظہر تھا جس دوران جمہوری طور پر منتخب حکومت میں زیادہ خواتین ووٹر کے طور پر رجسٹر ہوئیں۔ ان انتخابات میں عمومی طور پر 228 خواتین (19.5 فیصد) قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی رکن بنیں۔ خواتین کو رہنما کردار بھی دیئے گئے اور انہیں وفاقی کابینہ اور اسٹینڈنگ کمیٹیوں میں رکن کے طور پر شامل کیا گیا۔ الیکشن ایکٹ 2017 تمام اسمبلیوں میں 5 فیصد عام نشستیں اور مخصوص نشستوں کا 17 فیصد خواتین کیلئے مختص کرنے کا تقاضا کرتا ہے تاہم اس بندوبست کے باوجود، 2018 میں پچھلے عام انتخابات کے مقابلے میں کم تعداد میں خواتین عام نشستوں پر کامیاب ہوئیں۔ (8) موجودہ حکومت کے پہلے ابتدائی دو برسوں کے دوران، اگرچہ خواتین مخصوص نشستوں کی بنیاد پر قانون ساز ادارے میں داخل ہوئی ہیں تاہم انہوں نے اسمبلیوں اور معاشرے میں موجود سیاسی اور سماجی رکاوٹوں کے باوجود متنوع امور پر اپنی آواز بُلند کی ہے۔

تحقیق کے مقاصد

اس تحقیق کا مقصد ثانوی تحقیق، فوکس گروپ مباحثوں اور انٹرویوز کے ذریعے حاصل ہونے والی مقداری و معیاری معلومات استعمال کرتے ہوئے پہلے اور دوسرے پارلیمانی برسوں (2018-2020) میں پاکستان کی خواتین اراکینِ اسمبلی کے کردار کا تجزیہ کرنا ہے۔ اس میں موضوعات کے ایک متنوع سلسلے کے ذریعے نمائندگی، قانون سازی اور نگرانی کے پارلیمانی افعال میں خواتین اراکینِ اسمبلی کی کارکردگی کی اثرپذیری کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

اس تحقیق میں درج ذیل وسیع تر موضوعات (مگر یہ ان تک محدود نہیں) شامل ہیں:

- اگست 2018 سے وفاقی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین اراکینِ اسمبلی کی کارکردگی۔
- خواتین اراکینِ اسمبلی کس حد تک اہم فیصلہ سازی، بشمول وفاقی اور صوبائی کمیٹیوں اور کاؤکسز کے ذریعے، میں شامل ہیں۔
- سیاست اور موثر جمہوری نظم و نسق میں خواتین کی شرکت میں حائل رکاوٹیں اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے طریقے۔
- خواتین کی سیاسی آواز کی حوصلہ افزائی کیلئے مثبت اقدامات اور اثرانگیزی کی ضرورت۔

(ایچ آر سی پی کی رپورٹ پاکستان میں خواتین کی سیاسی شرکت: 2018-2020 سے اقتباس)

پاک افغان چمن بارڈر پر شہریوں کو درپیش مشکلات

محمد صدیق مدنی

چمن: پاک افغان چمن بارڈر پاکستان اور افغانستان کے درمیان مصروف ترین گزرگاہوں میں سے ایک ہے۔ ہر روز ہزاروں مسافر اور تاجر اس راستے سے سرحد پار آتے جاتے ہیں۔ جب سے افغانستان طالبان کے امارت اسلامیہ کی قبضے میں آیا ہے، افغانستان سے پاکستان آنے والوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے چمن شہر کے مقامی لوگوں کی آمدورفت میں بہت مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ کئی دفعہ بارڈر کی بندش ہوئی اور بندش کیخلاف عوامی مظاہرے بھی ہوئے پھر حکومت پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان کے مقامی انتظامیہ آفیسران کے مذاکرات سے بارڈر کو چار گھنٹوں سے آٹھ گھنٹوں تک کھولنے کا اعلان کیا گیا۔ لیکن چمن کی تاجر برادری اور عوام نے اسے مسترد کر کے گیارہ گھنٹے کھولنے کا مطالبہ کیا لیکن تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ صبح آٹھ بجے سے شام چار بجے تک اہلیان چمن وسپین بولدک کے علاوہ افغان پناہ گزین مردوں کو اپنے کندھوں پر سامان لادے، خواتین کو برقع پہنے اور لمبی چادریں اوڑھے مردوں کے ساتھ چلتے، اپنی ماؤوں سے لپٹے بچوں سمیت سینکڑوں تھکے ہارے، گرد میں اٹے، ویل چیئر پر بیٹھے مریضوں اور کئی افراد کو پاؤں میں جوتوں کے بغیر پاکستان میں داخل ہوتے دیکھا جاسکتا ہے۔ ان میں بہت سے جوان لوگ بھی شامل ہیں۔ لوگ، خاص طور پر خواتین پاک افغان بارڈر چمن کے باب دوستی گیٹ پر بہت سی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ سرحد کے پار افغانستان میں بہت ہجوم ہے۔ لوگوں کو دھکے دیے جا رہے ہیں۔ قطاریں لمبی ہیں اور آپ کو ہر طرف ملک سے نکلنے کے لیے بے تاب شہری نظر آتے ہیں۔ چمن کے ایک شہری جمال الدین اچکزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ پاک افغان بارڈر چمن پر آمدورفت میں سخت مشکلات ہیں۔ پاکستانی حکومت کی جانب سے جاری اصلی شناختی کارڈ اور افغانی تذکرہ کارڈ رکھنے والوں لوگوں کو ملک داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ دستاویزات کی نقول رکھنے والوں اور دستاویزات نہ رکھنے والوں کو واپس بھیج دیا جاتا ہے۔ بارڈر کے اس پار گزشتہ تین ہفتوں سے ایسے سینکڑوں افراد منتظر بیٹھے ہیں جنہیں دستاویزات نہ رکھنے کی وجہ سے بارڈر پار کی اجازت نہیں دی جارہی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ بارڈر چمن پر سخت گرمی بھی ہے۔ افغان پناہ گزین لوگ سخت مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ پاک افغان بارڈر پر رش لگنے سے چمن سے کوئٹہ تک جانے والوں کیلئے بھی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ شاہراہ پر چلنے والی ٹرانسپورٹ نے اپنے کرائے میں بھی دوسو فیصد اضافہ کردیا ہے۔ ویگن 700 سے لیکر 1000 روپے تک اور موٹر کاریں 1000 سے 1500 روپے تک کرائے لیت ہیں۔ جس کی بدولت غریب طبقہ کیلئے پیدل سفر ناگزیر بن چکا ہے۔ اہلیان چمن نے ضلع چمن کے ضلعی انتظامیہ سے درخواست کی ہے کہ چمن کوئٹہ شاہراہ پر ٹرانسپورٹ کے بے جا کرایوں کی روک تھام کیلئے اقدامات اٹھائیں لیکن تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔

ایک طرف طالبان افغانستان میں اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کر رہے ہیں تو دوسری جانب ہزاروں افغان شہری خوف کے مارے اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ خوفزدہ اور نقل مکانی پر مجبوران افغان شہریوں کی ایک بڑی تعداد چمن بارڈر کے ذریعے پاکستان بھی آرہی ہے۔ افغان پناہ گزین سنگین خان کا تعلق افغانستان سے ہے۔ انہوں نے ایچ آر سی پی کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ وہ پاکستان میں رہتے ہیں۔ وہ ابھی ابھی ننگرہار سے واپس آئے ہیں جہاں وہ اپنی بیمار بہن کی عیادت کے لیے گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ افغانستان کے لوگ طالبان کی لڑائی سے زیادہ غربت کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں، معیشت کی حالت بُری ہے تو لوگ پاکستان اور ترکی جیسے دوسرے ممالک میں جا رہے ہیں۔ اسی طرح بغلان سے تعلق رکھنے والے اور فارسی زبان بولنے والے کوئلے کے ایک کان کن عبدالسلام اپنا سامان کندھے پر ایک چھوٹی سی بوری میں لے کر جا رہے تھے اور سیاہ رنگ کے برقعے میں ان کی اہلیہ محتاط انداز میں ان کے پیچھے چل رہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے آبائی علاقے میں کانیں بند ہیں اور ان کے پاس کام نہیں۔ وہ چمن سرحد سے تقریباً سو کلومیٹر دور ایک چھوٹے سے شہر کچلاک جا رہے ہیں تا کہ کوئلے کی کانوں میں اپنے لیے روزگار کام تلاش کرسکیں۔

اسی طرح پاک افغان بارڈر چمن پر رش کی بدولت ٹرانزٹ ٹریڈ ٹرک ڈرائیوروں کو کلیئرنگ کے ضمن میں مشکلات درپیش ہیں۔ گزشتہ روز پاک افغان بارڈر شاہراہ پر ڈرائیوروں کی جانب سے کلیرنگ اور تاجروں سے اپنے مطالبات کے حق میں سینکڑوں افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے ٹرک کھڑے کر کے احتجاج ہوا تھا۔ ڈرائیور شیر علی، طور جان اور زیفر ڈاکٹر کے مطابق ان کو دہاڑی نہ ملنے

پر یہ احتجاج ریکارڈ کرایا جا رہا ہے۔ احتجاج میں دور دراز علاقوں کے ٹرک ڈرائیور کھڑے تھے جو کئی دنوں سے اپنی دیہاڑی کے منتظر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی مناسب دہاڑی کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں جتنے بھی ڈرائیور ہیں سب متحد ہیں۔ جب تک ہمیں دہاڑی مل نہیں جاتی یہ احتجاج اسی طرح جاری رہے گا۔ دوسری جانب آل بلوچستان گڈز ٹرانسپورٹ ایسوسی ایشن ضلع چمن کے صدر نے ڈرائیوروں کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی ڈرائیور برادری کے ساتھ مکمل حمایت کرتے ہیں انہیں اپنے حق ملنے تک ہم ان کے ساتھ کھڑے رہینگے۔ جبکہ ہڑتال کے باعث افغانستان کو جانے والے افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے کنٹینرز سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوچکے ہیں اور ڈرائیوروں نے اس وقت تک ہڑتال جاری رکھنے کا عہد کیا جب تک ان کو ان کا حق نہیں ملے گا اور ان کا مطالبہ ہے کہ وہ جتنے دن کھڑے رہے رہے ہیں ان کو دن کے حساب سے دیہاڑی دی جائے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔

پاک افغان بارڈر چمن پر مقامی تاجر برادری اور بارڈر کھلے رہنے کے دورانیے کی کمی کی بدولت سخت مشکلات کے سامنا ہیں۔ وقت کی کمی اور زیادہ رش کی وجہ سے بہت سے شہریوں نے کاروبار چھوڑ دیا ہے۔ لوگ جب یہاں سے بارڈر جاتے ہیں تو دو سے تین گھنٹے لگتے ہیں اور واپسی پر بھی یہی حال ہے۔ تو تاجر برادری کا جانا فضول ہیں۔ حکومت پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بارڈر کو صبح آٹھ سے شام سات بجے تک کھلا رکھا جائے اور افغان پناہ گزینوں کیلئے علیحدہ راستہ منتخب کر کے انہیں پاکستان چھوڑا جائے۔

عدالتی حکم نہ ماننے پر، ڈپٹی کمشنر ٹوبہ کے وارنٹ گرفتاری جاری

ٹوبہ ٹیک سنگھ تفصیلات کے مطابق پریزائڈنگ آفیسر پنجاب لیبر کورٹ فیصل آباد 4 کے جج شفقت علی نے مبینہ طور پر مالی بے ضابطگیوں میں ملوث ہونے اور گزشتہ بیس سال سے میونسپل کمیٹی میں کام کرنے والے ملازمین کو مستقل نہ کرنے کے الزام میں متعدد بار بذریعہ نوٹسز ریکارڈ کے ہمراہ عدالت ہذا میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا مگر حکومتی آشیر باد اور بااثر سیاسی پشت پناہی کو استعمال کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ عمر جاوید نے عدالتی حکم نامے کو بالائے طاق رکھا۔عدالت کے جج شفقت علی نے سخت نوٹس لیتے ہوئے آر پی او فیصل آباد کو بذریعہ ڈی پی او ٹوبہ ٹیک سنگھ ڈپٹی کمشنر عمر جاوید کو فوری گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے۔ فاضل جج نے عدالتی حکم نہ ماننے کی پاداش میں 5 لاکھ روپے جرمانہ بمعہ 3 ماہ قید کا عندیہ بھی دیا۔عدالت نے ڈپٹی کمشنر عمر جاوید کی تنخواہ بھی بند کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔بے ضابطگیوں میں ملوث ہونے اور عرصہ بیس سال سے ملازمین کو مستقل نہ کرنے کی پاداش میں زیر سماعت کیس میں جج شفقت علی نے سی ای او میونسپل کمیٹی کی بھی تنخواہ بند کرنے کے احکامات جاری کیے۔واضح رہے کہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سیاسی عمل دخل کے باعث درجہ چہارم کے ملازمین کو خوار کرنے کیلئے دور دراز علاقوں میں تبادلے کرنا معمولی بات ہے۔دوسری جانب ملازمت کی مستقلی بارے ملازمین اور درجہ چہارم کے ملازمین نے ڈپٹی کمشنر کی فوری گرفتاری کے عدالتی حکمنامے پر خوشی کا اظہار کیا۔ (اعجاز اقبال)

زیادتی کا شکار معصوم بچی ہسپتال میں زیر علاج، ملزم گرفتار

پیرمحل چک نمبر 332 ج ب (جا کھڑا) میں انور کی 6 سالہ بیٹی (ص) گھر کے سامنے گلی میں کھیل رہی تھی کہ اوباش ملزم احمد اسے اپنی بیٹھک میں لے گیا اور وہاں جا کر اسے زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ بچی کو فوری طور مقامی ہسپتال پہنچایا گیا لیکن حالت نازک ہونے کے پیش نظر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ منتقل کر دیا چوکی جا کھڑا پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے قانونی کاروائی شروع کر دی۔

(اعجاز اقبال)

کمسن بچے کے ساتھ جنسی زیادتی

اوکاڑہ صدر تھانہ رینالہ کی حدود میں محمد بوٹا ساکن 13 ون اے ایل نے اپنے ساتھیوں فیضان عرف جالا اور فرحان کے ہمراہ ایک محنت کش کے کمسن بچے کو ورغلا پھسلا کر اپنے چچا کی حویلی 13 ون اے ایل پر لے گئے جہاں پر محمد بوٹا نے بچے کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جبکہ اس کے ساتھی اس گھناؤنے جرم کے دوران پہرہ دیتے رہے۔محنت کش محمد رمضان نے بتایا کہ میرا بیٹا کافی دیر گھر واپس نہ آنے پر تشویش کے ساتھ ہمراہ گواہان بیٹے کو ڈھونڈتے ہوئے نور حسن کی حویلی پر پہنچے تو محمد بوٹا میرے بچے کے ساتھ جنسی تشدد کر رہا تھا۔انہیں دیکھنے پر ملزمان موقع سے فرار ہو گئے صدر پولیس نے مدعی کی درخواست پر محمد بوٹا اور اس کے دو ساتھیوں کے خلاف ارتکاب جرم 376 ت پ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔وقوعہ 5 ستمبر کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

ڈیم کی تعمیر کے منصوبے پر نظر ثانی کی جائے

نوشکی نوشکی اور چاغی اضلاع کی پانچ لاکھ آبادی کا انحصار بورنالہ ڈیم سے وابستہ ہے۔صدیوں سے بورنالہ میں چمن پشین، مستونگ کوئٹہ اور دیگر نواح کے سیلابی ریلے کا برساتی پانی آنے سے نوشکی اور چاغی ڈسٹرکٹ کے لاکھوں ایکڑ پر مشتمل زمینوں پر گندم زیرہ اور موسم کے مطابق دیگر فصلیں کاشت کرتے ہیں۔ڈاک کے وسیع عریض میدان میں بارشوں اور بورنالہ میں سیلابی پانی آنے کی وجہ سے بلوچستان کے مختلف علاقوں سے۔گلہ بانی ڈاک کے میدانوں میں تین چار ماہ کے لیے پڑاؤ ڈالتے ہیں جسکی وجہ سے ڈاک کا میدان کشمیر کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی قدرتی جھیل زنگی ناوڑ تباہ ہو جائیگی کروڑوں روپے کی لاگت سے خانیوال ڈیم بھی ناکارہ ہو جائیگا۔دوسری جانب نوشکی اور چاغی اضلاع میں زیرزمین پانی کی سطح خطرناک حد کم ہونے دو اضلاع کے لاکھوں ایکڑ اراضی بنجر ویران اور نخلستان میں تبدیل ہو جائینگے نوشکی اور چاغی اضلاع کے لاکھوں افراد کا معاشی قتل کر کے کوئٹہ میں ڈی ایچ اے ہاؤسنگ سکیم کو آب نوشی کے لیے لاکھوں ایکڑ اراضی کو صحرا میں تبدیل کر کے دو اضلاع کے باشندوں کا معاشی قتل عام کہاں کا انصاف ہے؟ ڈیم کی تعمیر کے خلاف نوشکی تمام قبائل اور سیاسی جماعتوں نے سردار آصف شیر جمالدینی کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔کمیٹی کے سربراہ کا موقف ہے ہم کسی صورت بھی برج عزیز خان ڈیم کی تعمیر کی اجازت نہیں دینگے۔ برج عزیز خان ڈیم نوشکی اور چاغی کے اضلاع کے باشندوں کے لیے موت و زندگی کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت قریبی تنگی ڈیم سے کوئٹہ اور مزکورہ ہاؤسنگ سکیم کو پانی کی فراہمی کے لیے پلان تشکیل دے تو دو اضلاع کی لاکھوں ایکڑ اراضی بنجر اور ویران ہونے سے بچ جائے گی اور لاکھوں گلہ بان اور زمیندار بھی پریشان نہیں ہونگے۔ اس لیے برج عزیز خان ڈیم کے سربراہ اور ممبران نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے دو اضلاع کے لاکھوں افراد کے عوامی رائے کا احترام کرتے ہوئے برج عزیز خان ڈیم کی تعمیر کے منصوبے پر فوری طور پر نظر ثانی کر کے عوام میں پائی جانے والی بے چینی کا ازالہ کیا جائے۔ (محمد سعید بلوچ)

طالبعلم کے اغواء کی اطلاعات

نوشکی 13 ستمبر کو کلی اسٹیشن کے رہائشی گورنمنٹ ڈگری کالج فرسٹ ایئر کے طالب علم سلمان خان مینگل رات ساڑھے آٹھ بجے کے قریب گھر سے روٹی لینے نکلے۔ان بھائی عظمت اللہ مینگل کے مطابق آدھے گھنٹے بعد جب میں گھر سے باہر نکلا تو میرے بھائی سلمان خان مینگل کی گاڑی گھر کے سامنے کھڑی تھی اور روٹیاں بھی گاڑی میں رکھی ہوئی تھی۔گھر کے سامنے انہیں گاڑی سے اترتے وقت نامعلوم مسلح افراد انھیں اغوا کر کے لے گئے۔واقع کی ایف آئی آر بھی پولیس میں درج کرادی ہے گئی ہے۔ 14 ستمبر کو سلمان خان مینگل کے لواحقین نے 12 بجے آرسی ڈی شاہراہِ این 40 پر ٹائر جلا کر احتجاج کیا اور دھرنا بھی دیا۔جس سے ایک گھنٹے تک ٹریفک معطل رہی۔سلمان مینگل کے کزن ڈاکٹر حاجی محمد عالم مینگل، جمعیت علمائے اسلام کے صوبائی رہنما مولانا منظور احمد مینگل، اور بی این پی کی مرکزی کمیٹی کے رکن خورشید جمالدینی عطاالله مینگل نے ڈی پی او جاوید اقبال غرشین سے ملاقات کی۔انہوں نے وفد کو یقین دلایا کہ 24 گھنٹوں میں سلمان مینگل کو بازیاب کر لیا جائے گا اس یقین دیانی پر احتجاج ختم کر دیا گیا 15 ستمبر کو سلمان مینگل کے خواتین لواحقین نے بھی عدم بازیابی پر آرسی ڈی شاہراہِ پر دھرنا اور احتجاج کیا دو گھنٹے ٹریفک معطل رہی جس کی وجہ سے مسافروں بلخصوص خواتین اور مریضوں کو مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑا 15 ستمبر کو آرسی ڈی شاہراہِ پر پٹی ہوٹل کیشنگی سی سی ٹی وی میں سلمان مینگل کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا گیا بعد میں یہ اطلاع آئی کہ سلمان مینگل اپنے کسی دوست رشتے دار کے پاس قلات گیا ہوا ہے۔

(محمد سعید بلوچ)

لڑکے کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا

لکی مروت 15 ستمبر 2021 لکی مروت کے تھانہ غزنی خیل کی حدود میں 14 سالہ لڑکے کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا، مدعی عبدالوہاب (12 سال) نے تھانہ غزنی خیل میں ایف آئی آر درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ ان کی 14 سالہ بھائی وقاص خان، وحید اللہ کے دیرینہ دوست تھے اور اکثر ان کے ساتھ آیا جایا کرتے تھے، وقوعہ کے روز وحید اللہ گھر آ کر بھائی وقاص خان کو ساتھ اپنی بیٹھک لے گئے بعد میں ان کی لاش وہاں سے ملی جنھیں آتشیں اسلحہ سے قتل کیا گیا تھا پولیس نے وحید اللہ کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (محمد ظاہر شاہ)

معصوم بچی کی جان لے لی

ٹنڈو محمد خان 8 ماہ کی بچی کے قتل میں ملوث سگی چچی گرفتار۔ ملزمہ نے پولیس تفتیش کے دوران ملزمہ نے جرم کا اعتراف کرلیا ہے اور بتایا ہے کہ بچی کو گھریلو تنازعہ کے باعث قتل کیا۔ تفصیلات کے مطابق ٹنڈو محمد خان کی تحصیل ٹنڈو غلام حیدر کے نواحی گاؤں عبدالرحمان جکھسی میں 16 ستمبر کورات کے وقت 8 سالہ معصوم بچی بختاور کو قتل کر کے لاش کو واٹر کورس میں پھینکنے والی ملزمہ ارشاد ہا کو گرفتار کر لیا ہے اور ملزمہ پر متوفی بچی کے دادا کی مدعیت میں مقدمہ نمبر 119 / 2021 دفعہ 302 کے مطابق مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔ پولیس کے مطابق ملزمہ نے تفتیش کے دوراں بتایا ہے کہ گھریلو تنازعہ کے باعث رات کے وقت بچی کو لے کر قتل کیا اور لاش کو گھر کے قریب واٹر کورس میں پھینک دیا تھا مزید تحقیقات جاری ہے۔ (محمد رمضان شورو)

غیرت کے تصور نے دو اور جانیں لے لیں

میانوالی تفصیلات کے مطابق شیخ راحیل المعروف سعید ولد شیخ حق نواز نے صحن میں الگ الگ چارپائی پہ سوئی ہوئی اپنی حقیقی بہنوں نسرین بی بی اور نورین بی بی کو پستول کے فائر مار کر قتل کر دیا۔ دونوں شادی شدہ تھیں نسرین بی بی کو طلاق ہو گئی تھی اور نورین اپنے خاوند سے لڑ کر بھائی کے گھر آ گئی تھی۔ بھائی کو رنجش تھی کہ اسی کی بہنیں اپنے گھر کیوں نہیں جاتیں دوسرا شک یہ تھا کہ اس کی بہنوں کا کردار ٹھیک نہیں ہے۔ وقوعہ کی اطلاع پولیس کو پڑوسی ذیشان خان نے دی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا، قاتل موقع سے فرار ہوگیا۔ واقعہ 11 ستمبر کو پیش آیا تھا

(محمد رفیق)

سرکاری اسکولوں کے طلبا کو مکمل کتب فراہم نہ کی جاسکیں

حیدرآباد حیدرآباد کے سرکاری اداروں کے طلبا کو پہلی تا دسویں جماعت کی مکمل کتابیں فراہم نہ کی جاسکیں۔ اردو، سندھی اور انگلش کی کتابوں کی سرکاری اسکولوں میں قلت، دوسری جانب پرائیویٹ اسکولوں کے اسٹوڈنٹس کو مکمل کورس دیئے جانے کا انکشاف ہوا ہے۔ محکمہ تعلیم کے ذرائع کا کہنا ہے کہ 40 فیصد اسکولوں کو ابھی تک کورس مہیا نہ ہونے اور پسند و ناپسند کی بنیاد پر کتابوں کی ترسیل کی جارہی ہے۔ ایچ آر سی پی کے رابطہ کرنے پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے دعوی کیا ہے کہ ضلع حیدرآباد کے اسکولوں میں کتابیں فراہم کی گئی ہیں اور کہیں سے بھی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے، دوسری جانب سیکریٹری سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو کے سیکریٹری کے مطابق محکمہ تعلیم کی جانب سے صوبے بھر کی 47 لاکھ 39 ہزار 971 طلباء کی انرولمنٹ بھیجی گئی تھی اور ہم نے 48 لاکھ سے زائد کتابیں اشاعت کے بعد تمام اظلاع کے ایجوکیشن افسران کو دیدی ہیں، تفصیلات کے مطابق صوبہ سندھ کے دیگر اظلاع کی طرح حیدرآباد میں بھی نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگیا ہے۔ جہاں پر کورونا وائرس کے پیش نظر کافی وقت کے بعد تعلیمی ادارے کھول دیئے گئے ہیں، اس دوران نجی اور پرائیوٹ اسکولوں اور کالجز میں ایس او پیز پر عمل درآمد نہ ہونے کی شکایات بھی ہیں۔ انتظامیہ کی جانب سے اس ضمن میں سختی برتنے کے بجائے نااہلی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ جبکہ حکومت سندھ کا محکمہ تعلیم حیدرآباد کے بیشتر سرکاری اسکولوں میں کتابیں فراہم کرنے سے قاصر رہا، اس ضمن میں ذرائع کا کہنا ہے کہ 60 فیصد اسکولوں کو کورس ملا ہے اور اس میں بھی اردو، سندھی اور انگلش کی کتب نہیں ہیں، جبکہ 40 فیصد اسکولوں کو ابھی تک کورس مہیا نہیں کیا گیا ہے یا کم ملا ہے، ذرائع کے مطابق محکمہ تعلیم کی ہدایات پر اسکولوں میں پہلے 30 سے 40 ریگولر رہنے والے طلبہ کو کورس فراہم کیا جاتا تھا مگر اس بار ضلع حیدرآباد کے 3 بڑے اسکولوں نور محمد ہائی اسکول، نیول رائے ہائی اسکول اور غلام حسین ہدایت اللہ ہائی اسکول کو 100 فیصد کورس دیا ہے جس کی وجہ سے دیگر اسکولوں میں کتابوں کی کمی کا خدشہ برقرار ہے، ذرائع کے مطابق اردو، سندھی اور انگلش اور دیگر مضامین کی کتابیں سرکاری اسکولوں کے لیے شارٹ ہیں، سندھ ٹیکسٹ بورڈ کی جانب سے مذکورہ نجیکلٹس کی کتابیں نجی اسکولوں میں پہنچادی گئی ہیں، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے رابطہ کرنے پر ڈی ای او پرائمری حیدرآباد پیر غلام محی الدین نے کہا کہ ضلع حیدرآباد کے تمام اسکولوں میں کتابیں پہنچ گئی ہیں اور کسی بھی قسم کی شارٹیج نہیں ہے اور اس ضمن میں شکایات بھی موصول نہیں ہوئی ہیں، دوسری جانب ایچ آر سی پی کے رابطہ کرنے پر سیکریٹری سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو حفیظ اللہ مہر نے بتایا کہ محکمہ ایجوکیشن کے ڈسٹرکٹ آفیسر کی جانب سے انرولمنٹ بھیجی جاتی ہے، جس کے پیش نظر ہم کتابوں کی اشاعت کرتے ہیں اور اس بار ڈیمانڈ سے زیادہ کتابوں کی اشاعت کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ صوبے بھر سے 47 لاکھ 39 ہزار 971 طلباء کی انرولمنٹ بھیجی گئی تھی اور ہم نے 48 لاکھ سے زائد کتابیں اشاعت کے بعد تمام اضلاع کے ایجوکیشن افسران کو دیدی ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

قاتلوں کی گرفتاری کے لیے احتجاج

شہداد کوٹ کاروکاری کے جھوٹے الزام میں دیور کے ہاتھوں قتل ہونے والی نظیران بروہی کے قاتلوں کی گرفتاری کے لیے ورثاء نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور انصاف کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔ تفصیلات کے مطابق کارو کاری کے جھوٹے الزام میں دیور لال محمد بروہی کے ھاتھون سے قتل ہونیوالے نظیران بروہی کے قاتلون کی گرفتاری کے لیے ورثا کا مقتولہ کی والدہ امیر زادی، روبینا چانڈیو، اور شائل کھوسو کی قیادت میں احتجاجی مظاہرہ۔ مظاہرین نے قاتل کو گرفتار کر کے انصاف فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں کہا کہ پولیس کی نااہلی کی وجہ ملزم فرار ہوگیا ہے۔ پولیس کے خلاف قانونی کارروائی کر کے قاتل کو گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے۔

(ندیم جاوید منگی)

برطرف ملازمین کا تیسرے روز بھی احتجاجی مظاہرہ

حیدرآباد سوئی سدرن گیس کمپنی سے برطرف ملازمین کی جانب سے بحالی کے لیے حیدرآباد پریس کلب کے سامنے تیسرے روز بھی احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر دلشاد پیرزادہ، رفیق عباسی، بادشاہ جاگیرانی، اور فرحان شیخ نے کہا کہ عدالتی حکم پر سوئی سدرن گیس کمپنی کے دو ہزار سے زائد ملازمین کو نوکریوں سے برطرف کردیا گیا ہے جس کے باعث ان کے خاندانوں کے چولہے ٹھنڈے ہوگئے ہیں۔ ہم اپنے حقوق کے لیے سراپا احتجاج ہیں لیکن ہماری کہیں بھی شنوائی نہیں ہورہی۔ ارباب اختیار معاملے کا نوٹس لے کر ہمیں نوکریوں پر بحال کر کے بھوک اور بدحالی سے بچائیں۔ (لالہ عبدالحلیم شیخ)

نامور صحافی کی حراست کی مذمت، فوری رہائی کا مطالبہ

کراچی کراچی یونین آف جرنلسٹس نے سینئر صحافی وارث رضا کورات گئے گھر سے حراست میں لئے جانے کی سخت الفاظ میں شدید مذمت کی ہے اوران کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔کے یو جے کے صدر نظام الدین صدیقی اور جنرل سیکریٹری فہیم صدیقی سمیت مجلس عاملہ کے تمام اراکین کی جانب سے جاری ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ وارث رضا ایک سینئر صحافی ہیں جو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں مختلف اداروں سے وابستہ رہے ہیں انہوں نے پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کی ملک میں آزادی صحافت کی 70 سالہ جدوجہد کو کتابی شکل میں لانے کا اہم کام بطور مدیر انجام دیا ہے وہ آزادی صحافت اوراظہار رائے کیلئے اٹھنے والی ہر تحریک میں ہراوّل دستے کا حصہ رہے ہیں ان کی گرفتاری انتہائی تشویشناک ہے۔کراچی یونین آف جرنلسٹس اسے آزادی صحافت پر حملہ تصور کرتی ہے ملک میں اس وقت ہر اس توانا آواز کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے جو آزادی صحافت اور آزادی اظہار رائے پر یقین رکھتی ہے۔کے یوجے نے مطالبہ کیا ہے کہ سینئر صحافی وارث رضا کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

جاری کردہ، فہیم صدیقی جنرل سیکریٹری، کراچی یونین آف جرنلسٹس

اس کے علاوہ، سول سوسائٹی تنظیموں کے اتحاد جائنٹ ایکشن کمیٹی کراچی نامور صحافی وارث رضا کی جبری گمشدگی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔وارث رضا ایک بے باک لکھاری اور بائیں بازو کی سیاست سے گہرا تعلق رکھنے والے صحافی ہیں جنہوں نے ہمیشہ ملک میں مظلومین کی حمایت کی اور ظالموں کے خلاف برسرپیکار رہے۔وارث رضا بدھ کی صبح اپنے گھر کے باہر کچھ احباب کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے جب رینجرز کی دو گاڑیاں اور ایک سفید گاڑی انکیمکان کے باہر آکر رکی اور اسمیں موجود سادہ لباس افراد انکے گھر داخل ہوئے۔کچھ سوال و جواب کے بعد انکو حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا۔وارث رضا کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حکمران طبقے کی سیاہ کاریوں کے خلاف قلم اٹھایا اور سخت سے سخت حالات میں بھی صحافتی تنظیموں کی باگ دوڑ سنبھالے رکھی۔جائنٹ ایکشن کمیٹی پی ایف یو جے کی جانب سے مظاہروں کی کال کی تائید وحمایت کرتی ہے۔اور مطالبہ کرتی ہے کہ وارث رضا کو جلد از جلد بازیاب کیا جائے۔

اس مطالبے کی تائید مندرجہ ذیل مزدور وصحافتی رہنماوترقی پسند تنظیموں نے کی ہے:

ہیومن رائٹس کمیشن پاکستان، سندھ پروگریسو الائینس، عوامی ورکرز پارٹی، عوامی تحریک نیشنل ڈیموکریٹک مومنٹ نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن، عورت فاونڈیشن، ڈاکٹر ریاض شیخ، ناصر منصور، زہرا خان، محسن ڈاور، افرسیاب خٹک، اسد بٹ۔ (نامہ نگار)

سکول اوقات کے دوران لوڈشیڈنگ بند کرنے کا مطالبہ

حیدرآباد گورنمنٹ سیکنڈری ٹیچرز ایسوسی ایشن (گسٹا) حیدرآباد سٹی کا اجلاس سٹی کے صدر مبارک علی عباسی، کے زیر صدارت ہوا جس میں جنرل سیکرٹری گلفام نبی شیخ، نائب صدر الطاف علی پٹھان، پریس سیکرٹری سید آصف علی، فنانس سیکرٹری جاوید خان زئی آفتاب مقبول اور دیگر نے شرکت کی۔اجلاس میں شدید گرمی کے دوران اسکول اوقات میں بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ حیدرآباد سٹی میں صبح پونے گیارہ بجے سے دوپہر ہونے ایک بجے تک دو گھنٹے بجلی کی اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کی جارہی ہے اور یہی وقت اسکولوں میں پڑھائی کا ہوتا ہے۔کرونا وائرس کے سبب کافی دنوں کے بعد اسکول کھلے ہیں۔نئے داخلوں اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہوا ہے، تاہم شدید گرمی اور حبس میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے طلباء وطالبات کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ان کی تعلیم پر بھی منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ لوڈ شیڈنگ کے دورانیے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسکول اوقات میں یہ سلسلہ بند کیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

بیوی کو تشدد کا نشانہ بنانے والا شوہر گرفتار

ٹوبہ ٹیک سنگھ آئی جی پنجاب جناب انعام غنی کے حکم اور ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر ٹوبہ ٹیک سنگھ رانا عمر فاروق کی زیرنگرانی تھانہ سٹی ٹوبہ میں قائم کیے گئے اینٹی ویمن ہراسمنٹ اینڈ وائیلنس سیل نے کاروائی کرتے ہوئے عورت پر تشدد کرنے والے ملزم محمد غالب کو گرفتار کرلیا۔نواحی گاوں 299 گ ب کی رہائشی ساجدہ بی بی نے ایک درخواست اینٹی ویمن ہراسمنٹ اینڈ وائیلنس سیل سٹی ٹوبہ میں پیش کی جس میں اس نے موقف اختیار کیا تھا کہ ملزم غالب وغیرہ نے اس پر بدترین تشدد کیا ہے۔جس پر انچارج اینٹی ویمن ہراسمنٹ اینڈ وائیلنس سیل کے انچارج انسپکٹر صفدر احمد اور لیڈی اے ایس آئی نبیلہ کوثر نے تصدیق کی اور تمام وقوعہ ڈی پی او ٹوبہ رانا عمر فاروق کے نوٹس میں لایا گیا۔ڈی پی او ٹوبہ رانا عمر فاروق نے فوری طور پر اندراج مقدمہ اور ملزمان کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔

(نامہ نگار)

ٹارگٹ کلنگ کا ایک اور واقعہ، دونوجوان قتل

شمالی وزیرستان شمالی وزیرستان کی تحصیل میرعلی میں نامعلوم افراد نے دونوجوانوں کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ذرائع کا کہنا ہے کہ نامعلوم مسلح افراد نے ٹوچی پار حیدر خیل شاخ بوبر خیل کے دونو جوانوں کو نشانہ بنایا۔نامعلوم مسلح افراد نے دوست اللہ اور سنیب پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا، دونوں افراد کی ڈیڈ باڈی پوسٹ مارٹم کیلئے قریبی ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔نامعلوم مسلح افراد ٹارگٹ کلنگ کے بعد موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔نامعلوم مسلح افراد نے سنیب فرزند احسان، دوست اللہ فرزند کاظم کو میرعلی کے علاقے حیدر خیل میں نشانا بنایا۔دوسری جانب پولیس نے تفتیش شروع کر دی ہے۔یاد رہے کچھ روز قبل نامعلوم افراد نے یوتھ کے سربراہ نور اسلام داوڑ کو بھی قتل کر دیا تھا۔

(مسعود شاہ)

سیکرٹری یونین کونسل کا قتل

گوجرہ گوجرہ میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے سیکرٹری یونین کونسل جاں بحق، مرنے والے نوجوان کی شناخت محمد بلال کے نام سے ہوئی۔ مقتول والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ گوجرہ کے چک 435 ج ب میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے یونین کونسل کا سیکرٹری جاں بحق ہوگیا۔مقتول محمد بلال کھیتوں کو پانی لگا رہا تھا۔ملزمان قتل کی واردات کے بعد موقع سے فرار ہوگئے۔ پولیس کے مطابق قتل کی وجہ عناد پرانی رنجش بتائی جاتی ہے۔لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے تحصیل ہیڈکوارٹر اسپتال منتقل کر دیا گیا ہے جبکہ پولیس کی جانب سے ملزمان کی تلاش جاری ہے۔

(اعجاز اقبال)

اسکول کی عمارت کی تعمیر مکمل کی جائے

نوشکی چھ سال قبل کلی ملک فتح محمد حسنی پگ میں مڈل سکول کی تعمیر عمل میں لائی گئی لیکن 6 سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی سکول کے سات کمروں پر مشتمل کمروں میں دروازے اور کھڑکیوں کی تنصیب ہنوز عمل میں نہیں لائی گئی۔ کمروں کی وائٹ واش اور بجلی کی وائرنگ بھی نہیں کی گئی ہے۔ سکول کے کمروں میں دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب عمل میں نہ لانے کی وجہ سے طلباء وطالبات کو مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حکام کی توجہ اس مسئلہ کے جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ سکول کی عمارت کو ترجیحی بنیادوں پر مکمل کیا جائے۔ (محمد سعید بلوچ)

طالبعلموں کا کالج کی نجکاری کے خلاف مظاہرہ

ضلع خیبر لنڈیکوتل پوسٹ گریجویٹ کالج کے طلباء پاک افغان شاہراہ اور لنڈی کوتل بازار میں کالج کی نجکاری کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ضلع خیبر کی تحصیل لنڈیکوتل پوسٹ گریجویٹ کالج کے درجنوں طلباء نے پہلے پاک افغان شاہراہ پر پھر لنڈی کوتل بازار میں کالج کی نجکاری کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ احتجاجی مظاہرہ کے موقع پر طلباء نے کالج کی نجکاری نامنظور نامنظور کے نعرے لگائے۔ احتجاجی مظاہرے کے موقع پر انہوں نے کہا کہ وہ صوبائی حکومت کی طرف سے کالج کی نجکاری کی بھرپور مزمت کرتے ہیں اور یہ فیصلہ ان کو منظور نہیں۔ کالج کے طلباء نے کہا کہ لنڈی کوتل پوسٹ گریجویٹ کالج کے طلباء عرصہ دراز سے مختلف مسائل اور مشکلات سے دوچار ہیں اور اب کالج کی نجکاری سے غریب طلباء کی مشکلات اور مسائل میں مزید اضافہ ہوگا۔ کالج کے طلباء نے کہا کہ صوبائی حکومت مذکورہ فیصلے پر نظر ثانی کی جائے اور کالج کی نجکاری نہ کی جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ کہ لنڈی کوتل پوسٹ گریجویٹ کی نجکاری کا فیصلہ واپس نہ کیا گیا تو وہ پاک افغان شاہراہ پر نہ ختم ہونے والا احتجاجی دھرنا دینگے جو کہ مطالبات تسلیم ہونے تک جاری رہے گا۔ مظاہرین نے احتجاجی مظاہرہ پاک افغان شاہراہ سے شروع کر کے لنڈی کوتل بازار اور پریس کلب تک ریلی نکالی اور بعد میں پرامن طور پر منتشر ہوگئے۔

(مسعود شاہ)

طالبعلموں کا بجلی کی بندش کے خلاف مظاہرہ

شہداد کوٹ صدیقی مدرسہ پرائمری بوائز اسکول کے طالبعلموں نے اسکول کے اوقات کے دوران بجلی کی بندش کے خلاف اساتذہ ہیڈ ماسٹر غلم نبی بروہی، عبدالحکیم برگڑی، صدرالدین قریشی اور قمرالدین دایو کی رہنمائی میں احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے میں اسکول کے طالبعلموں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مظاہرین کے ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز تھے جن پر 'اسکول کے وقت پر بجلی کی بندش بند کرو'، 'تعلیم کو تباہی سے بچائیں' جیسے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اساتذہ ہیڈ ماسٹر غلم نبی بروہی، عبدالحکیم برگڑی، صدرالدین قریشی اور قمرالدین دایو نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کے واپڈا کی نااہلی کی وجہ سے بچوں کی تعلیم تباہ ہو رہی ہے انہوں نے کہا ہے کے اسکول کے تعلیم کے وقت بجلی کی لوڈشیڈنگ کی جارہی ہے جس کی وجہ سے معصوم بچے سخت گرمی مین تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے واپڈا انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کے اسکولوں کے وقت لوڈشیڈنگ بند کی جائے۔

(ندیم جاوید منگی)

اسمبلیوں میں خواتین ارکان کی کارکردگی مردوں سے بہتر رہی

کراچی پاکستان میں قومی وصوبائی اسمبلیوں میں خواتین اراکین کی کارکردگی مرد ممبران کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہیں، خواتین اراکین نے اپنے تناسب سے کہیں زیادہ تعداد میں بل، تحریک التوا، سوالات اور توجہ دلاؤ نوٹس پیش کیے جبکہ مجموعی طور پر اسمبلیوں کے اجلاسوں میں ان کی حاضری بھی بھرپور رہی، دیگر اسمبلیوں کے مقابلے میں سندھ اور خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلیوں میں اگرچہ خواتین ارکان کو اسٹینڈنگ کمیٹیوں میں کم نمائندگی حاصل ہے لیکن مذکورہ اسمبلیوں کی خواتین نے قانون سازی اور اسمبلیوں کی کارروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مذکورہ نکات کا اظہار فریڈرک ناؤمن فاؤنڈیشن اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے اشتراک سے پاکستان میں 2018 سے 2020 تک خواتین اراکین کی کارکردگی سے متعلق کیے گئے سروے میں کیا گیا ہے، فوزیہ وقار اور طاہرہ حبیب نے مذکورہ سروے کے مندرجات پیر کو مقامی ہوٹل میں میڈیا کے سامنے پیش کیے، سروے کے دوران خواتین اراکین اسمبلی نے سیاسی ایوانوں اور سیاسی جماعتوں کے پروگراموں میں ان کے ساتھ صنفی امتیاز کے رویے کی شکایت کی سروے میں کہا گیا کہ سیاسی جماعتیں عام انتخابات میں خواتین سیاستدانوں کو جنرل سیٹوں پر نامزد نہیں کرتیں کیونکہ وہ انھیں اس قابل نہیں سمجھتیں کہ خواتین بھی جنرل سیٹوں پر کامیاب ہوسکیں گی، سروے میں کہا گیا کہ خواتین ارکان مشمول پاکستان تحریک انصاف کی خواتین ارکان کو یہ بھی شکایت تھی کہ ان کی جماعتیں انھیں فیصلہ سازی میں شامل نہیں رکھتیں، سروے میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ سیاسی جماعتیں بلدیاتی اداروں کے انتخابات میں خاص طور پر خواتین کو زیادہ نمائندگی دیں تاکہ وہ اسمبلیوں تک پہنچنے تک تجربہ کار سیاستدان اور پارلیمنٹیرین بن سکیں۔

(نامہ نگار)

اراضی کے تنازعے میں چھ افراد جاں بحق

لوئر دیر لوئر دیر کے علاقے طورمنگ درہ میں اراضی کے تنازع پر جنازہ میں دو فریقین کے درمیان فائرنگ کے نتیجے میں 6 افراد جان بحق اور 17 زخمی ہوگئے۔ پولیس کے مطابق مسلم لیگ کے صوبائی نائب صدر اور سابق صوبائی وزیر ملک جہانزیب اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے ملک اعجاز کے درمیان اراضی کے تنازع پر نماز جنازہ میں فائرنگ ہوئی جس کی نتیجے میں دونوں فریقین سے 6 افراد جان بحق اور 17 زخمی ہوگی۔ جاں بحق ہونے والوں میں سابق صوبائی وزیر ملک جہانزیب کا جوان سال بیٹا فہد بھی شامل ہے۔ پولیس کے مطابق دونوں فریقین کے درمیان فائرنگ کا سلسلہ بدستور جاری ہے تاہم پولیس اور ایلیٹ فورس کے دستے جائے وقوع پر پہنچ گئے ہیں، جبکہ لاشوں اور زخمیوں کو تیمر گرہ ٹیچنگ اسپتال منتقل کردیا گیا ہے جہاں 10 شدید زخمیوں کی حالت تشویشناک بتائی جارہی ہے۔ (معاذ جان)

میاں بیوی کو قتل کر دیا

خیبر 13 ستمبر کو باڑہ عالم گودر میں گھر کے اندر میاں بیوی کو قتل کر دیا گیا، ضلع خیبر تحصیل باڑہ سپاہ عالم گودر میں صبح سویرے گھر کے اندر 70 سالہ زبرخان اور اس کی بیوی کو گھر کے اندر قتل کردیا گیا۔ باڑہ پولیس نے لاشیں پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال منتقل کردیں، ذرائع کے مطابق از برخان سکنہ باڑہ شلوبر اور اس کی بیوی گھر میں موجود تھے کہ اس دوران نامعلوم افراد نے گھر کے دروازے پر دستک دی، خاتون نے جیسے ہی دروازہ کھولا ملزمان نے فائرنگ کر کے دونوں کو قتل کردیا۔ (روزنامہ آج)

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2020 میں انسانی حقوق کی صورتِ حال

اظہارِ لاتعلقی: براہِ مہربانی نوٹ کرلیں کہ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) کا جہدِ حق کے مَتن سے مُتفق ہونا ضروری نہیں۔ لہٰذا، جہدِ حق میں شامل مواد و خیالات کی ذِمہ داری کسی طور پر بھی ایف این ایف پر عائد نہیں کی جاسکتی۔

اظہارِ تشکّر: جہدِ حق کی اشاعت کے لیے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) نے مالی معاونت کی ہے جس کے لیے ایچ آر سی پی، ایف این ایف کا انتہائی مشکور ہے۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر : مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15